ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

چاند پر پہونچنے والے سب سے پہلے انسان نیل آرم
اسٹرانگ نے جامعہ ازہر میں لیکچر کے دوران اذان سن کر اس بات کی
تصدیق کی کہ چاند پر پہلا قدم رکھتے ہی اس نے انہی الفاظ کی گونج
سنی۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد نمبر: ۱۸	جمادی الاولیٰ، جمادی الآخری ۱۴۲۳ھ جولائی، اگست ۲۰۰۲ء	شمارہ : ۷-۸

مدیر مسئول	معاون مدیر
ابوالمکارم ازہری	انیس احمد فلاحی مدنی

☆ سالانہ زرتعاون : ۹۰ روپے	☆ طلبہ کے لیے : ۸۰ روپے
☆ خصوصی زرتعاون: ۲۰۰ روپے	☆ اعزازی زرتعاون: ۱۰۰۰ روپے
☆ بیرون ملک : ۲۵؍امریکی ڈالر	☆ اس شمارہ کی قیمت : ۹ روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد از جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح

بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

Phone: 05466-25115

اعلان برائے داخلہ

تجدید داخلہ اور ضمنی امتحان

جامعہ میں تعطیل کلاں کا آغاز ۲۶؍شعبان ۱۴۲۳ھ مطابق ۲؍نومبر سنیچر سے ہو رہا ہے۔ سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان ۳۱؍اکتوبر کو ہو جائے گا نتائج جامعہ کی ویب سائٹ پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ تعطیل کے بعد نئے تعلیمی سال کا آغاز ان شاء اللہ ۸؍شوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴؍دسمبر ۲۰۰۲ء سنیچر سے ہوگا۔ داخلہ کی درخواستیں رمضان میں جامعہ بھیج دی جائیں۔ عربی اول میں داخلہ کے لیے کم از کم ۱۳ سال عمر ہونی چاہیے۔ داخلہ ٹیسٹ کی تاریخیں حسب ذیل ہیں۔

پہلا داخلہ ٹیسٹ ۱۵؍دسمبر بروز اتوار بوقت دس بجے دن

دوسرا داخلہ ٹیسٹ ۱۸؍دسمبر بروز بدھ

ضمنی امتحان کا آغاز ۱۶؍دسمبر سے ہو جائے گا۔ ضمنی امتحان کے بارے میں معلومات ویب سائٹ کے علاوہ ٹیلی فون پر بھی دستیاب ہوں گی، اس کے لیے 25149 25115 اور 25140 پر رجوع کیا جائے۔ پرانے طلبہ ۱۹؍دسمبر تک تجدید داخلہ کی کارروائی مکمل کرالیں۔ ان شاء اللہ ۲۱؍دسمبر سنیچر سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہو جائے گا۔ (معتمد تعلیم و تربیت)

web: www.jamiatulfalah.cjb.net

Tel:- 05466-25149, 25140, 25115

نقوش حیات نو

□ اداریہ دنیا ۱۱؍ستمبر کے بعد اور اہل مدارس کی ذمہ داریاں	ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی	۳
□ عظمت کے مینار		
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	ابو علیس ندوی	۶
□ بحث و نظر		
کتنے بے توفیق ہیں یا رب	عبد الغفار عزیز	۱۵
□ مقالات		
ہیکل سلیمانی	ابو عارض فلاحی	۲۳
□ مذاہب عالم		
سکھ مت (۲)	انیس احمد فلاحی	۲۹
موسوی شریعت کے عائلی قوانین	ادارہ	۳۷
بدھ دھرم کی مقدس کتابوں میں بشارات محمدیہ	ابو طوبیٰ فلاحی	۴۰
□ فقہ و فتاوی		
وضو اور غسل کے بعد تولیہ کے استعمال کا حکم	ابو ارقم فلاحی	۴۳
□ تعارف و تبصرہ		
اسلامیات	ابو سلمان فتح پوری	۴۵
رسول کریم ﷺ کی تعلیمی تحریک	//	
□ جامعہ کے لیل و نہار	(ادارہ)	۴۶
ٹیچرس ٹریننگ کیمپ کا انعقاد		
ادب اور ادب اسلامی کے عنوان پر توسیعی لیکچر		
دہشت گردی اور اسلام پر توسیعی خطبہ		
شعری نشست		
سالانہ امتحان		
داخلہ، تجدید داخلہ اور ضمنی امتحان کی تاریخیں		

کتابت: عبد السعید بھی نگری

مہمان (اداریہ)

دنیا ۱۱؍ستمبر کے بعد

اور

اہل مدارس کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی

یہ اداریہ حقیقت میں ایک توسیعی خطبہ ہے جو موصوف نے ۲۱؍۸؍۲۰۰۲ء کو ابو اللیث ہال میں دیا تھا، موضوع اور مواد کی اہمیت کے پیش نظر اسے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ مدیر

۱۱؍ستمبر کو رونما ہونے والے ناخوشگوار واقعہ کو بنیاد بنا کر دنیا بھر میں جبر و استحصال کا جو شکنجہ کسا گیا بعد میں اس کا نشانہ صرف اسلام اور مسلمان ہی رہ گئے، پہلے تو کمال ہوشیاری سے حادثہ کی پوری ذمہ داری مسلمانوں اور بالخصوص تحریکات اسلامی پر ڈال دی گئی اور پھر انتہائی چابکدستی سے جہاد کو دہشت گردانہ کارروائی قرار دے کر دنیا کو باور کرایا گیا کہ مسلمان دہشت گرد اور عدم روادار ہیں اور پورے عالم کو اپنے زیر تسلط لانا چاہتے ہیں، کیونکہ ان کی مذہبی کتاب قرآن مجید قتل و جدل کی تعلیم دینے والی کتاب ہے۔ دینی تحریکات اسلامیہ کو دہشت گردی کا الزام دینے والی قومیں وہ قومیں ہیں جن کی پوری تاریخ ناانصافی اور دہشت گردی پر مبنی ہے۔

ایک عظیم تبدیلی اس حادثے کے بعد یہ رونما ہوئی کہ اس کے بہانے امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں دنیا کے ان مقامات تک پہونچ گئیں جہاں ان کے پہونچنے کے امکانات نہ تھے، ایک اور اہم فرق یہ رونما ہوا کہ سرمایہ کی منتقلی پہلے ملکی قوانین کے تابع تھی لیکن اس حادثہ کے بعد سرمایہ کو مکمل آزادی مل گئی، جس ملک میں جب چاہے جائے اور ذرا سا بادل آئے اور فوراً نکل آئے اس کے سامنے قومی حکومتیں بے بس پڑی ہیں، اس کے نتیجے میں پوری دنیا میں عدم مساوات پر مبنی سیاست و معیشت وجود میں آئی، بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کو اس خیال سے مدد دی جانے لگی کہ پیداوار کے اضافے سے ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور آمدنی کے اضافے سے ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا جس

سے غریبوں کا بھی فائدہ ہوگا، اب چھوٹی تجارتوں کو نظر انداز کیا جارہا ہے جس سے غریب طبقہ مزید نادار ہوتا جارہا ہے اور دولت سمٹتی جارہی ہے حتی کہ بعض انٹرنیشنل کمپنیوں کا سالانہ بجٹ ہندوستان جیسے عظیم ملک کے بجٹ سے کئی گنا زیادہ ہوگیا ہے، اس واقعہ کے نتیجے میں ورلڈ بینک کی یہ اسکیم کامیاب ہوتی نظر آرہی ہے کہ ساری دنیا کو عالمی معیشت بنادیا جائے سرحدیں توڑدی جائیں اس کا ایک منفی پہلو یہ ہوگا کہ غریبوں کا پیٹ بھرنے کے لئے حکومت جو سبسڈی دیتی ہے وہ ختم ہوجائے گی اس کے نتیجے میں حکومتیں اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو رفتہ رفتہ علیحدہ کرلیں گی۔

اس حادثہ کے بعد ایک نمایاں فرق یہ ہوا کہ دنیا کو سبق دینے، حقوق انسانی کی تلقین کرنے، حریت وآزادی کا دعوی کرنے والے امریکہ میں ایشیائی لوگوں کی جمہوری آزادیاں جس طرح سلب کی جارہی ہیں اور جس طرح لوگوں کو ہراساں کرنے کے لئے ان کے رشتے "القاعدہ" سے جوڑے جارہے ہیں وہ صورتحال کافی تشویشناک ہے امریکہ نے یہ جنگ وسطی ایشیا اور افغانستان کی پہاڑیوں میں موجود قدرتی معدنیات، یورینیم، پٹرولیم، کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے لئے لڑی ہے۔

سب سے تکلیف دہ صورتحال یہ پیش آئی کہ عالمی میڈیا کے ذریعہ دہشت گردی کا ہوا کھڑا کیا گیا اور پھر اسے قرآن وحدیث سے جوڑدیا گیا اور قرآن وحدیث کے تعلیم کے مراکز کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا گیا۔

کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ امت مسلمہ کی زندگی وبیداری انھیں مدارس سے وابستہ ہے اگر یہ مدارس خشک ہوگئے تو امت مسلمہ خشک ہوجائے گی، چنانچہ امن کے علمبردار سعودی عرب سے ان مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ کہا گیا اور اسے اپنے نصاب تعلیم میں تبدیلی لانے کی تلقین کی گئی، (ولن ترضی عنک الیہود ولا النصاری حتی تتبع ملتھم) غور کیجئے صورتحال کتنی کشیدہ ہوگئی کہ وہ نظام تعلیم جو چور، اچکے، بے ایمان اور اسمگلر پیدا کرتے ہیں اسے یہ حوصلہ حاصل ہوا کہ وہ دینی مدارس کو سبق دے، اتنی نازک صورتحال میں ہمیں ان چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے، دین میں صفائی نہ پیش کی جائے کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں [اسلام تو عبارت ہی ہے امن وسلامتی سے] مدارس کے لوگ تو بوریا نشین لوگ ہیں فی سبیل اللہ قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں یاد رکھئے جو لوگ زندگی کی بھیک مانگتے ہیں انھیں عزت نہیں ملتی جو لوگ معذرت خواہی کا رویہ اپناتے ہیں ان کی معذرت قبول نہیں ہوتی۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام سلامتی کا دین نہیں بلکہ یہ تو سلامتی پانے کا واحد راستہ ہے۔

اس دنیا کے پاس بالعموم اور ہندوستانی سیاسی جماعتوں کے ہاں بالخصوص تعمیر معاشرہ کا کوئی ایجنڈا نہیں

ہے آپ کے پاس تعمیر حیات اور تعمیر معاشرہ کا پورا نظام موجود ہے، اس نظریہ کو عام کرنے اور شہادت حق کے فریضے کو انجام دینے کی شدید ضرورت ہے۔

صحیح کیا ہے، غلط کیا، حق کیا ہے ناانصافی کیا، اس کی تمیز بالکل اٹھ گئی ہے یہ آپ کی ذمہ داری ہے اہل مدارس کی کہ وہ پوری وضاحت کے ساتھ دنیا کو بتائیں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح، حق کیا ہے اور باطل کیا، حلال کیا ہے اور حرام کیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط کو ۱۱ ستمبر کے حملے کے بعد اس طرح پیش کیا جارہا ہے کہ جبر وقہر، انصاف ہوگیا، ظلم، ظلم نہیں رہ گیا آج کی دنیا ظلم وجبر وقہر کی دنیا ہے غریبوں کی نہیں اغنیاء ومالداروں کی دنیا ہے یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ڈٹ کر کھڑے ہوجائیں، غریبوں، بے کسوں، یتیموں اور بیواؤں کو آس دلائیں، قرآن کریم کے نزول کا مقصد عظیم یہی ہے کہ دنیا سے سرکشی مٹادی جائے عدل وانصاف کو قائم کیا جائے انصاف انسانوں سے حاصل ہوتا ہے تو انہیں پاس کرنے سے نہیں، آپ چاہیں تو یہ چیزیں انسانوں کو دے سکتے ہیں اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ دنیا کو آپ کی ضرورت ہے تو پھر مصنوعی تحفظ کی آپ کو ضرورت نہیں رہے گی، آپ دنیا کی ضرورت بن جائیں تو دنیا آپ کی قدر کرے گی۔

☆☆☆

ہدایت کے چراغ

امام ابوحنیفہؒ

ابوعلیس ندوی

خوش جمال وخوبرو، روشن جبیں وکشادہ چشم، خوش منظر ومیانہ قد، خوش پوشاک وجامہ زیب، شخصیت کیا تھی محبوبیت کا مقناطیسی شاہکار اور سراپا ایسا جیسے دلنوازی کی صبح خنداں...... گفتگو شیریں وباوزن انداز بیان شرین وپرحکمت، عطر میں ایسے بسے ہوئے کہ جدھر سے گزریں فضائیں مہک اٹھیں اور گلیاں خوشبو دینے لگیں۔

آپ نے پہچانا ! یہ کون ہیں؟ وہی امام الائمہ جو اجتہاد واستنباط اور فقہ وفتاویٰ میں اپنی شان عبقریت کے سبب امام اعظم کے لقب سے مشہور ومعروف ہیں، جنکا اصل نام نعمان بن ثابت بن فرزبان ہے اور کنیت "ابوحنیفہ"۔

زندگی کے شب وروز سے امام اعظم کی نگاہیں جس وقت چار ہوئیں وہ اموی عہد کا دم واپسیں تھا اور عباسی عہد کا خورشید لب بام صبح نو کی نوید سنا رہا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب علماء درہم ودینار کی بہتات میں آسودگی وخوشحالی کی کروٹیں بدل رہے تھے۔ دولت وثروت ان کے آستانوں کی وہ کنیزیں تھیں جن کے حاشیے صبح وشام ان کی آرزوؤں کی تشنگی بجھاتے۔ حلقۂ سیم وزر میں اسیر ان علما کی وہ شوکت تھی کہ ان کے سامنے ۔

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی

ایسے ماحول میں امام اعظمؒ نے علم ودین کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور جہاں داروں کی سرپرستی کبھی قبول نہ کی کہ مبادا علم کے مرتبہ ومقام اور اسکی صداقت ودیانت پر کوئی حرف آئے۔ انھوں نے اپنی قوت بازو سے اپنا رزق حاصل کیا اور اسی سے پرورش لوح وقلم کرتے رہے، کبھی کسی داد ودہش یا قاہرانہ دباؤ سے علم کی آبرو کو داغدار نہ کیا۔

خلیفہ منصور کو ایک دفعہ انکی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا، وہ حاضر دربار ہوئے تو اس نے از حد پذیرائی کی، انھیں اپنے پہلو میں بٹھایا، اور دیر تک ان سے مسائل دریافت کرتا رہا اور مختلف معاملات

میں ان سے رہنمائی اور مشورے حاصل کرتا رہا، جب وہ واپس جانے لگے تو اچھائی تخیل ہونے کے باوجود اس نے بیس ہزار درہم کی ایک تھیلی ان کو نذر کی، امام اعظم نے معذرت پیش کرتے ہوئے کہا:

میں یہاں بے خانماں ہوں، میرے پاس ایسی کوئی پوشیدہ جگہ نہیں جہاں اسے محفوظ رکھ سکوں، بہتر ہوگا کہ آپ اسے اپنے پاس ہی رکھیں، ضرورت ہوگی تو میں لے لیا کرونگا، منصور کے لئے ان کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، وہ رقم اس نے اپنے پاس ہی رکھ لی، لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد امام اعظمؒ کی وفات ہوئی اور ان کے گھر میں بیشمار لوگوں کی کئی لاکھ امانتیں محفوظ ملیں تو منصور ششدر رہ گیا، اس نے کہا:

اے اللہ اپنی رحمتیں برسا امام اعظمؒ پر، انھیں ہمارا عطیہ گوارا نہ تھا لیکن اپنی ناگواری ظاہر بھی نہ ہونے دی۔

امام ابوحنیفہؒ کی معاشی زندگی کا یہ پہلو موجودہ دور کے علماء کے لئے بڑا سبق آموز ہے کہ انھوں نے علم ودین کی خدمت میں پوری زندگی کھپائی لیکن کبھی کسی سے ایک پیسہ نہیں لیا بلکہ اپنی جیب سے طلباء اور اساتذہ پر یکساں طور سے برابر خرچ کرتے رہے، جسے ضرورتمند پایا اسکی ضرورت خاطر خواہ پوری کی، جسے کسی مصیبت میں گرفتار پایا اسکی مصیبت دور کی، جسے غم روزگار میں مبتلا دیکھا اسکو کشادگی بخت کی راہ پر لگایا، اور یہ سب کچھ اپنی قوت بازو سے لگائی ہوئی دولت سے کیا، کسی دوسرے کا ذرہ برابر بھی سہارا نہ لیا، ریشم کے کپڑوں کی تجارت ان کا ذریعہ معاش تھا ان کی دکان دیانت وصداقت میں مشہور تھی، ساتھ ہی لوگوں کے بلند ذوق کی تسکین بھی ان ہی کی دکان پر ہوتی تھی اسلئے دکان خوب چلتی تھی اور ارزاں فروشی کے باوجود بھی ان کو زیادہ منافع حاصل ہوتا تھا۔

جب ایک سال پورا ہوتا تو جملہ منافع کی تقسیم اسطرح کرتے، ایک حصہ خانگی ضرورت کے لئے مختص کر دیتے، اسی کے بقدر طلبہ واساتذہ اور محدثین کے لئے علیحدہ کر لیتے باقیماندہ فقراء ومساکین پر خرچ کرتے، طلبہ اور معلمین ومحدثین کے کپڑے بنواتے، ان کے تعلیمی اخراجات کی کفالت کرتے اور ان کے کھانے پینے کے نظم وانصرام کے ساتھ ساتھ کچھ نقد بھی ان کو فراہم کرتے نقد دیتے وقت ان سے کہتے کہ منافع میں آپ کا حصہ تھا جو اللہ نے میرے پاس بھیجدیا تھا، یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ میں کچھ اپنا آپ کو دے رہا ہوں یہ صرف اللہ کا فضل ہے جو اس نے آپکے لئے میرے پاس بھیج دیا، دیکھئے اللہ

کے دئے ہوئے رزق میں کسی دوسرے کا دخل نہیں ہوتا۔

امام اعظمؒ کی فیاضی یوں تو سب کے لئے عام تھی لیکن دوستوں کے ساتھ ان کا کوئی معاملہ ہوتا تو دلداری و دلنوازی کے گلاب مسکرا اٹھتے۔

ایک بار ایک کسی دوست کو ریشمی کپڑوں کی ضرورت پیش آئی تو ان کی دکان پر گئے، ان سے اپنی ضرورت بیان کی اور اپنا پسندیدہ رنگ وغیرہ بھی بتایا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا ہفتہ دو ہفتہ انتظار کریں، اس دوران آپ کی پسند کا کوئی کپڑا آیا تو آپ کے لئے خرید لوں گا۔ ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گذرا کہ ان کے ذوق و پسند کا کپڑا آگیا، دوست کو اطلاع بھیجی کہ آپ کپڑا لے جائیے، وہ آئے تو کپڑا ان کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے دیکھا تو چہرہ گلاب ہو گیا، ان کے ذوق کی تسکین ان کے سامنے تھی۔

انھوں نے قیمت پوچھی:

امام اعظمؒ نے فرمایا: ایک درہم۔

دوست نے کہا: مذاق نہ کریں۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: مذاق نہیں حقیقۃً کہہ رہا ہوں کہ اس کی قیمت ایک ہی درہم ہے۔

دوست نے پھر کہا: مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ عمدہ و نفیس کپڑا ایک ہی درہم کا ہوگا، آپ مذاق ہی کر رہے ہیں۔

امام اعظمؒ نے وضاحت کی، دیکھو اس کپڑے کا ایک جوڑا میں نے دس دینار اور ایک درہم کے عوض خرید اتھا، ایک کپڑا تو دس دینار کے عوض فروخت کر دیا اب یہ ایک ہی درہم کا رہا۔ میں اپنے دوست سے تو نفع خوری نہیں کر سکتا۔

ایک بار ایک بوڑھیا کپڑا خریدنے آئی، امام صاحب نے اسے کپڑا دکھایا، اسے کپڑا پسند آ گیا۔ بولی، میں بوڑھی ہو چکی ہوں، میری ضعیفی کا بس اتنا لحاظ کرو کہ مجھ سے نفع زیادہ مت لو۔ امام اعظمؒ کی شرافت بول اٹھی:

دیکھو میں نے دو کپڑے ایک ساتھ خریدے تھے، ایک کپڑا تو بیچ چکا ہوں، اگر بیچے ہوئے کپڑے کے نفع کو دونوں کی قیمت میں جوڑ دیا جائے تو یہ کپڑا صرف چار درہم کا رہ جاتا ہے، تم صرف

چار ہی درہم دو اور کپڑا بغیر نفع کے لے جاؤ۔

بوڑھیا چہک پڑی، دعائیں دیتے ہوئے گئی۔

ایک دن ان کے ایک دوست ان سے ملنے آئے ان کا لباس کچھ بوسیدہ سا ہو رہا تھا، جب سب لوگ چلے گئے تو دوست سے کہا، وہ کونے میں جو مصلی ہے ذرا اسے اٹھائیے، انھوں نے اٹھایا تو دیکھا ایک ہزار درہم رکھے ہوئے ہیں، امام نے فرمایا اسے لے لو اور اس سے اپنی آن بان درست کرو۔

دوست نے کہا: "مگر مجھے اس کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس ہے۔

امام نے فرمایا: اگر اللہ نے تم کو نوازا ہے تو اس کی نوازش تم پر ظاہر بھی ہونی چاہئے تمھیں معلوم نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

"ان اللہ یحب ان یریٰ اثر نعمتہٖ علیٰ عبدہٖ بندے پر اپنی نعمتوں کا ظہور دیکھ کر اللہ خوش ہوتا ہے اس لئے اپنے ظاہری حالات بھی بناتے سنوارتے رہا کرو تاکہ تمہارے دوستوں کو بھی اطمینان رہے۔

ان کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا عالم یہ تھا کہ اپنے اہل وعیال پر جتنی رقم خرچ کرتے اتنی ہی رقم غریبوں اور محتاجوں پر بھی صدقہ کرتے، نیا کپڑا بنواتے تو اتنی ہی قیمت کا کپڑا پہلے غریبوں کو صدقہ کر لیتے جب کھانا ہوتا تو اپنے کھانے سے دو سہ چند کھانا پہلے فقرا و مساکین کو کھلا لیتے تب خود کھاتے۔

ان کی عادات شریفہ میں خدا پرستی کی عجب شان تھی اگر کبھی اللہ کی قسم کھا لیتے تو ان کا معمول تھا کہ ایک درہم فوراً صدقہ کرتے، کچھ دنوں کے بعد اس میں اضافہ کیا اور ایک درہم کے بجائے ہر قسم کے عوض ایک دینار صدقہ کرنے کا معمول بنایا، اور تاحیات اس پر عمل کرتے رہے۔ معاملات میں امام اعظمؒ کی دیانت کا حال یہ تھا کہ اگر ان کا کوئی شریک و معاون کبھی سہواً بھی کوئی ایسا معاملہ کر دیتا جس میں دیانت کے تقاضے پورے نہ ہوئے ہوں تو ہو اس معاملہ کی ساری رقم صدقہ کر دیتے۔

ان کے کاروباری شریک و معاون حفص بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھے ریشمی کپڑے دیئے کہ میں انھیں لے کر عراق جاؤں اور وہاں انھیں بیچوں ان کپڑوں میں کچھ عیب تھے، امام نے تمام عیوب بتا کے تاکید کی تھی کہ بیچتے وقت خریدار کو ان عیوب سے آگاہ کر دیا جائے، اتفاق کی بات کہ حفص بن عبدالرحمٰن عراق پہنچے تو بات ان کے ذہن سے نکل گئی انھوں نے کپڑے بیچ تو سب

بتانا بھول گئے امام اعظم کو معلوم ہوا تو انھوں نے نفع سمیت کپڑوں کی ساری قیمت صدقہ کردی۔

امام اعظم نے اپنی خداداد ذہانت سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں گرفتار ہونے سے بچایا، ان کی ذہانت ان کے ہم عصر تمام علماء کے نزدیک مسلم تھی۔

ایک بار امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچ گئے، وہاں ان کے تلامذہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی امام اعظمؒ جب وہاں سے رخصت ہوئے تو امام مالکؒ نے اپنے تلامذہ سے کہا۔

تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟

یہ نعمان بن ثابت ہیں، یہ اگر اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو اس کے دلائل ایسے ہیں کہ ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جائے۔

امام مالکؒ نے امام اعظمؒ کی ذہانت، زودفہمی اور قوت استدلال پر جو تبصرہ کیا وہ حقیقت پر مبنی ہے۔

سیرت و تاریخ کی کتابیں اس حقیقت کی شاہد ہیں...... پھر جو شخص مٹی کو دلائل کے زور سے سونا ثابت کرسکتا ہو وہ جو یائے حق بن کر حق کا اثبات و دفاع کرے تو اس کی قوت استدلال کتنی حیرت انگیز ہوگی۔

ایک واقعہ سنئے! کوفہ کا ایک آدمی گمراہ اور بے دین ہوگیا وہ لوگوں میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی باتیں بھی معتبر سمجھی جاتی تھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ اصلاً وہ یہودی ہیں، اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی اصلیت سے پورے طور پر علیحدہ نہیں ہوئے ہیں، امام اعظمؒ نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے ذہن و عقیدہ کو فتنہ میں مبتلا کر رہا ہے تو اس کے پاس گئے، اس سے کہا کہ میں اپنے ایک عزیز کا تمہاری لڑکی کے لئے رشتہ لے کر آیا ہوں۔

اس نے خوشامدید کہا، اور کہا:

بھلا آپ کسی کا رشتہ و پیغام لائیں اور وہ قبول نہ ہو، لیکن یہ تو بتایئے وہ کون شخص ہے؟

امام نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جو اپنی قوم میں اپنی شرافت و نجابت کے لئے مشہور و ممتاز ہے وہ تونگر بھی ہے، فیاض بھی ہے، خوبصورت و خوب سیرت بھی ہے، تعلیم یافتہ اور حافظ قرآن بھی ہے اور بڑا عبادت گذار اور شب زندہ دار بھی ہے۔

اس نے کہا: امام، بس کیجئے باقی خوبیوں پر تو وہ امیرالمومنین کا بھی داماد بن سکتا ہے۔

امام نے کہا: لیکن اس میں ایک برائی ہے۔

اس نے پوچھا: وہ کیا؟

امام۔ وہ یہودی ہے۔

یہ سننا تھا کہ وہ بھڑک گیا، بولا! آپ کیا کہتے ہیں، میں اپنی لڑکی کسی یہودی کو بیاہ دوں۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، خواہ اس میں قدماء و متاخرین کی تمام خوبیاں ہی کیوں نہ موجود ہوں، تب امام گویا ہوئے۔

کسی یہودی سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا تمہیں گوارا نہیں تو بتاؤ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو صاحبزادیاں کسی یہودی سے منسوب کرنا کیوں کر گوارا کرسکتے ہیں۔

اس کے بدن میں ایک جھرجھری سی پیدا ہوئی، بولا میں توبہ کرتا ہوں اے اللہ تو مجھے معاف کردے جو ناشائستہ کلمات میری زبان سے نکلے ان سے درگذر کر۔

ایک خارجی ضحاک ان کے پاس آیا اور کہا ابو حنیفہ توبہ کرو۔

پوچھا کس بات سے توبہ کروں؟

خارجی علی و معاویہ کے مابین جواز تحکیم کے فتویٰ سے

ابو حنیفہ آؤ اس معاملہ میں ہم دونوں اپنے اپنے دلائل پیش کریں۔

خارجی ٹھیک ہے

ابو حنیفہ پہلے کوئی حکم مقرر کرلو

خارجی جسے چاہو مقرر کرلو

ابو حنیفہ تمہارا جو دوست تمہارے ساتھ ہے اس کو ہم جج مقرر کرتے ہیں

خارجی بہت اچھا، وہ خوش ہوگیا

ابو حنیفہ تمہارے ساتھی کو میں اپنا حکم اور جج تسلیم کرتا ہوں تم کو بھی منظور ہے۔

خارجی ہاں، میں بھی اس کو جج تسلیم کرتا ہوں

ابو حنیفہ بتاؤ ہمارے تمہارے درمیان اختلاف و نزاع کے تصفیہ کے لئے ایک جج مقرر کرنا جائز ہے۔ تو علی و معاویہ کے لئے کیوں ناجائز ہوگا۔

خارجی ششدر و مبہوت ہو کے رہ گیا، اس کی گویائی سلب ہو گئی۔

اس طرح ایک بار جہمیہ فرقہ کا بانی جہم بن صفوان آپ کے پاس آیا اور کہا

چند مسائل میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: تم سے بات کرنا باعث شرم و عار ہے اور تمہارے تفردات پر غور کرنا جہنم کا دروازہ کھولنا ہے۔

اس سے پہلے میری آپ کی نہ ملاقات ہوئی نہ آپ نے میری کوئی بات سنی پھر آخر یہ فیصلہ کیوں اور کیسے کرلیا کہ میں کافر ہوں۔

تمہارے جو اقوال مجھ کو معلوم ہوئے وہ کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتے۔

جہم نے کہا: آپ غیب جانتے ہیں کیا؟ کہ میری کوئی بات سنے بغیر ہی فتوی صادر فرمارہے ہیں،

امام تمہاری باتیں معروف و مشہور ہو چکی ہیں، ہر خاص و عام کی زبان پر ان کا تذکرہ ہے اس لئے تم سے جو باتیں منسوب کی جارہی ہیں وہ بے غلطی سے منسوب نہیں کی جارہی ہیں۔

جہم نے کہا: میں تم سے صرف ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔

امام تو اب تک ایمان ہی کو نہیں جانتا اس کے بارے میں سوال کر رہا ہے۔

جہم بس ایمان کی ایک قسم میں کچھ تردد ہے شک ہے۔

امام ایمان میں شک کا نام ہی کفر ہے

جہم یہ جائز نہیں کہ کوئی کافرانہ بات سنے بغیر ہی کسی کو کافر کہہ دیا جائے۔

امام اچھا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟

جہم اس آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کو اللہ کی قلبی معرفت حاصل ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ ایک اور لاشریک ہے، وہ اس کی تمام صفات کا بھی علم رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کوئی چیز اس جیسی نہیں، لیکن زبان سے ان کا اعلان کے بغیر ہی وہ فوت ہو گیا۔

امام وہ کافرانہ موت مرا اور جہنمی ہوگا اگر کسی مانع کے بغیر اس کا زبان سے اعلان و اظہار نہ کرے۔

وہ کیوں مومن نہ ہوگا جب کہ اللہ کی پوری معرفت اس کو حاصل ہے۔

امام اگر تو قرآن پر ایمان رکھتا ہے تو میں قرآنی شواہد پیش کروں اور قرآن پر ایمان نہ ہو تو پھر وہ بات کروں جو ایک کافر سے ہونی چاہیے۔

جہم میں قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور اسے حجت مانتا ہوں۔

امام اللہ نے ایمان کے دو محل قرار دیئے ہیں ایک قلب دوسرا زبان

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاهدین

اللہ نے فرمایا

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربهم

حدیث میں ہے قولوا لا اله الا الله تفلحوا

یخرج من النار من قال لا اله الا الله یہ نہیں کہا کہ جو جسے اللہ کی معرفت حاصل ہے وہ جہنم سے نکالا جائے گا۔

اگر صرف معرفت ہی ایمان کے لئے کافی ہوتی اور زبان سے اس کا اقرار ضروری نہ ہوتا تو ابلیس مومن ہوتا کیونکہ اس کو معرفت حاصل تھی وہ جانتا تھا کہ اللہ خالق ہے وہی زندگی و موت کا مالک ہے وہی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے گا اور اسی نے اس کو گمراہی کے راستہ پر ڈالا

خلقتنی من نار وخلقته من طین

قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون

وقال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطك المستقیم

اگر تمہاری بات سچ ہو تو بہت سے کافر معرفت کی بدولت مومن ٹھہریں گے حالانکہ وہ زبان سے انکار کرتے ہیں

جحدوا بها واستیقنتها انفسهم

ان کے یقین کی وجہ سے ان کو مومن نہ کہا بلکہ زبان سے انکار کی بنیاد پر ان کو کافر کہا۔

امام نے قرآن وحدیث سے فی البدیہہ پے در پے ایسے دلائل وشواہد پیش کئے کہ اس کا چہرہ فق ہوگیا اور وہ شرم سے پانی پانی ہوکر یہ کہتے ہوئے بھاگا کہ تم نے بھولی ہوئی باتیں یاد دلادیں میں پھر ملوں گا لیکن دوبارہ لوٹ کر نہ آیا۔

اسی طرح منکرین خدا اللّٰہ کی ایک جماعت ان سے ملی تو انھوں نے ان سے کہا کہ تلاطم خیز ساز و سامان سے بھری ہوئی ایک کشتی کو موجوں نے گھیر لیا اور سرکش آندھیاں بھی اس کے درپے ہوگئیں لیکن وہ اطمینان وسکون سے اپنی منزل کی طرف سرگرم سفر رہی، حالانکہ کوئی مانجھی نہ تھا جو اس کی نگرانی کرے۔

کیا یہ درست ہے

انھوں نے کہا: نہیں یہ عقل کے خلاف ہے

امام نے کہا

جب ایک کشتی بغیر ایک مانجھی کے سمندر میں سفر نہیں کرسکتی تو بتاؤ اتنی بڑی دنیا مع زمین وآسمان نوع بنوع مخلوقات زندگی کے سمندر میں بغیر کسی صانع ومدبر کے کیسے قائم وبرقرار رہ سکتی ہے؟

امام ابوحنیفہ نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں گذاری، جب موت کا وقت آیا تو وصیت کی کہ ایسی زمین میں ہی ان کو دفن کیا جائے جو غصب کے شبہ سے پاک ہو۔

انھوں نے یہ بھی وصیت کی کہ موت کے بعد حسن بن عمارہ ان کو غسل دلائیں۔

اے امام اعظم اللہ آپ کی قبر پر نور برسائے آپ کو اپنی رحمت سے نوازے کہ آپ کے بعد فقہاء امت بے سہارا سے ہوگئے۔

بحث ونظر

کتنے بے توفیق ہیں یارب!

یہ پاسداران حرم

عبدالغفار عزیز

[یہ ایک مختصر لیکن انتہائی بصیرت افروز جائزہ ہے ملت اسلامیہ کے بے بس اور مغرب زدہ حکمرانوں کا، اور اس ہمہ جہتی سازش کا جس کے حصار میں صرف تیل کی دولت ہی نہیں، بلکہ دین وایمان اور اسلامی تہذیب وثقافت بھی آتی جارہی ہے۔ ہندی ملت اسلامیہ کو اس سے تنبیہ حاصل کرنا چاہیے کہ دینی مدارس پر نظر بد ڈالنے والے کہاں سے کیا کچھ اخذ کرتے ہیں۔]

۲۵/ اگست ۱۹۸۱ء کو صہیونی وزیر اعظم بیگن، مصر کے دورے پر گئے، مصر اسرائیل تعلقات میں بہتری زیر بحث تھی، بیگن نے انور السادات سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

"میں آپ کی اس بات پر کیسے یقین کرلوں کہ آپ ہمارے ساتھ واقعتاً دوستی چاہتے ہیں، جب کہ آپ کے طلبہ کو اب بھی اس قرآنی آیت کی تعلیم دی جاتی ہے کہ:

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم (المائدہ: ۵:۷۸)

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، ان پر داؤد اور عیسی ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی"۔

صدر سادات نے اپنے وزیر تعلیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ مصری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی ایسی تمام آیات کو نصاب سے خارج کردیا جائے جن میں یہودیوں کی دشمنی کا ذکر ہو۔

۶/ جولائی ۲۰۰۲ء کے اخبار الشرق الاوسط (عالم عرب کے سب سے بڑے عربی اخبار) میں سابق مصری وزیر اعظم مصطفی خلیل کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ کیمپ ڈیوڈ معاہدے سے پہلے امریکہ نے انور السادات سے مطالبہ کیا تھا کہ:

"اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے سے پہلے تمہیں وہ دروس حمد بلیاں لا ہوں

گی۔"

مصطفیٰ خلیل نے یہ وضاحت بھی کی کہ:

"مصری زیر نگرانی ایک اصلاحاتی کمیٹی تشکیل دی گئی، کمیٹی نے معاشرتی اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کے لیے جامع سفارشات پیش کیں جو مرحلہ وار نافذ ہوئیں۔

اصلاحات کے نام پر صیہونی، امریکی خواہشات کی تکمیل و تعمیل کا سفر اب بھی جاری ہے۔ مصر ہی نہیں، مراکش سے ملائیشیا تک اکثر و بیشتر ممالک اسی کولہو میں جتے ہوئے ہیں، "اصلاحات" کا دائرہ بھی بہت وسیع ہو چکا ہے۔ لیکن ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جس پہلو پر زیادہ توجہ اور زیادہ وسائل صرف کیے جارہے ہیں، وہ تعلیم ہے۔ پاکستان، سعودی عرب اور یمن پر اس حوالے سے خصوصی عنایات کی جارہی ہیں۔ یہ بات تکرار سے دہرائی جارہی ہے کہ ان ممالک کے نصاب تعلیم اور خصوصی طور پر دینی مدارس کے نصاب، دہشت گردی کی آبیاری کرتے ہیں، پاکستان کے دینی مدارس سے طالبان اور ان کے حامی جنم لیتے ہیں اور سعودی عرب و یمن کے مدارس سے القاعدہ اور اس کے مددگار، ملک سے غربت کے خاتمے اور اقتصادی ترقی کے لیے کوئی "موونگ پھلی" عطا ہو یا نہ ہو، تعلیم کو درست کرنے کے لیے ۱۰۰ ملین ڈالر حاضر ہیں۔

پاکستان میں تعلیمی اداروں اور تعلیمی نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں مطلوب ہیں۔ ان کا ایک اندازہ دیگر مسلم ممالک بالخصوص مصر سے کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک پر جو عنایات اب شروع ہوئی ہیں، مصر پر ۱۹۷۹ء سے شروع ہیں۔ اس وقت سے اب تک مصر سے جو مطالبات کیے گئے اس تحریر کے شروع میں "کیمپ ڈیوڈ سادات معاہدہ" ان کا ایک مظہر ہے۔ ان کا بس چلتا تو ان آیات و احکام کو قرآن کریم ہی سے خارج کروا دیتے لیکن "إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" کے سامنے ان کا بس نہیں چلتا، اس لیے اب وہی پرانا طریقہ اختیار کیا جارہا ہے:

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ" (حم السجدة ۴۱:۲۶)

"یہ منکرین حق کہتے ہیں" اس قرآن کو ہرگز نہ سنو، اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اسی طرح تم غالب آجاؤ۔"

اسی ضمن میں جن متعدد آیات و احادیث کو نصاب تعلیم سے خارج کیا گیا ہے وہ جہاد، یہودیوں کی مسلم دشمنی، کفار سے محبت و دوستی کی ممانعت اور حجاب و حیا سے متعلق ہیں، ان کے علاوہ وہ آیات و تعلیمات بھی خارج از نصاب کر دی گئیں جن میں خوف آخرت یا برائیوں کے انجام بد کا ذکر ہے۔

تل ابیب یونیورسٹی میں ابھی دنوں ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مصری وزیر اعظم مصطفیٰ خلیل اور بطرس غالی بھی شریک ہوئے، سیمینار کا عنوان تھا: دراسۃ تاثیر القرآن فی عرقلۃ التطبیع مع اسرائیل (اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے میں حائل قرآنی اثرات کا جائزہ)۔ اس سیمینار میں صیہونی وزیر اعظم نے مصری حکومت سے مطالبہ کیا کہ:

"قرآنی تعلیمات دینے والے مراکز بند کیے جائیں اور مساجد کو براہ راست حکومتی تحویل میں لے لیا جائے۔"

یہی پالیسی تھی جس کے تحت عالم اسلام کی سب سے نامور یونیورسٹی جامعۃ الازہر کو سرکاری تحویل میں لیا گیا، جامعہ کو اپنے وقف اثاثوں سے محروم کرتے ہوئے وزارت اوقاف کے اختیار و انتظام میں دے دیا گیا شیخ متولی شعراوی جو گزشتہ برس اللہ کو پیارے ہوگئے اور جو اپنے دروس قرآن کی وجہ سے پوری مسلم دنیا میں بلند مقام رکھتے تھے، اس وقت جامعہ ازہر کے سربراہ حسن مامون کے ناظم دفتر تھے، اپنے ایک دوست کمال حبیب کو بتاتے ہیں کہ "شیخ الازہر حسن مامون کو اس قدر بے دست و پا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنا بستر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں کر سکتے تھے۔"

ازہر میں تعلیم کا عرصہ کم کر دیا گیا، مختلف فقہی مذاہب پڑھانے سے منع کر دیا گیا، غیر مصری طلبہ کا داخلہ تقریباً ناممکن بنا دیا گیا، ازہر کی ابتدائی تعلیم میں داخلے کے لیے عمر کی حد بڑھا دی گئی تاکہ اس انتظار میں رہنے کے بجائے طلبہ دوسرے تعلیمی اداروں میں کھپ جائیں۔ قرآن کریم تعلیم کی اصل بنیاد تھی اس کی تعلیم محدود کر دی گئی، اس پورے "اصلاحی عمل" کو وہاں "نهضة الازهر" کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے، یعنی ازہر کو سیکولر کرنا۔

مصر کے تعلیمی نصاب اور اس میں چھپی بنیاد پرستی پر، کس کس طرح اظہار تشویش کیا گیا، صرف ایک مثال سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، ایک ماہر تعلیم، آٹھویں کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے

لکھتا ہے:

"اسی طرح آٹھویں کی عربی کی کتاب مطبوعہ ۹۲-۱۹۹۱ء کا ایک مضمون ملاحظہ ہو، عنوان ہے: "عرب خاتون" اس مضمون میں رسول کریم ﷺ کی ازواج کا ذکر بڑی مبالغہ آمیزی اور ستائش وتمجید سے کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ہزاروں سال پر پھیلی ہماری تاریخ میں سے ہمیں کوئی اور مثال نہیں ملتی؟ کیا فرعونی اور قبطی تاریخ میں سے دیگر خواتین کی مثالیں نہیں دی جاسکتی تھیں کہ جن سے ایک توازن قائم ہو جاتا" (کمال بدران: المؤسسة التعليمية والتطرف، مجلة التربية المعاصرة، ۱ مارچ ۱۹۹۶ء ص: ۳۱۸-۳۱۹)

یہی صاحب اپنے اسی تجزیے میں لکھتے ہیں: "اسلام کے نام پر مختلف دینی اداروں اور تنظیموں کے زیر اہتمام مدارس کے قیام کی اجازت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ان تعلیمی اداروں میں طلبہ اور اساتذہ کا چناؤ صرف اور صرف دینی بنیادوں پر ہوتا ہے"

ان تجزیوں، سفارشات اور تعلیمی پالیسیوں کے نتیجے میں عملاً جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں، ان کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

سورۂ نور کی یہ آیت (نصاب سے) حذف کردی گئی: "اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔" اسی طرح سورۂ مجادلہ کی یہ آیت حذف کردی گئی: "تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے۔"

پورے نصاب تعلیم میں سے ہر وہ بات نکالنے کی کوشش کی گئی جس میں طالب علم کے ذہن میں اپنے خالق، دین یا اہل دین کا مقام اجاگر ہو، یہ معروف حدیث بھی حذف کردی گئی:۔

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے" یہ حدیث بھی خارج کردی گئی: "مسواک کرو کہ اس سے منہ صاف ہوتا ہے اور رب راضی ہوتا ہے۔"

ایک جملہ تھا: "میں جب کسی کے پاس سے گزرتا ہوں تو انھیں السلام علیکم کہتا ہوں" اسے تبدیل کرکے یوں لکھ دیا گیا: "میں جب کسی کے پاس سے گزرتا تو انھیں آداب بجالاتا ہوں۔"

سورج پر ایک مضمون میں جملہ تھا: "سورج سے ہمیں نمازوں کے اوقات متعین کرنے میں

بھی مدد ملتی ہے" اسے حذف کردیا گیا۔

بچوں کی نظموں میں سے وہ تمام نظمیں نکال دی گئیں جن میں اسلامی تعلیمات تھیں، مثلاً:

بنی توضأ وقم للصلاه
وصل لربك تكسب رضاه

بیٹے! اٹھو، وضو کرو، نماز پڑھو اور اپنے رب کی رضا حاصل کرو۔

رباه انت خلقتنی
وملكتنى سر الحياه

پروردگار! تو نے مجھے پیدا کیا اور زندگی کے راز سے آشنا کیا۔

رسول اکرم کی سیرت میں سے آپ ﷺ کے غزوات وجہاد کا ذکر حذف کردیا گیا

انٹرمیڈیٹ کے نصاب سے حضرت عمرؓ کی سیرت پر کتاب، بجٹ کم ہونے کے عذر پر نکال دی گئی۔

عربی زبان سکھانے کے لئے آیات، احادیث اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی اشعار پر مشتمل کتاب خارج کرکے ایسی باتصویر اور رنگین کتب لائی گئی ہیں جن میں جنسی تعلیمات وتصاویر کی بھرمار ہے۔

حذف واضافے کا یہ ذکر بہت طویل ہوسکتا ہے کیونکہ کوئی تعلیمی درجہ یا کتاب ایسی نہیں چھوڑی گئی جس میں تبدیلی نہ لائی گئی ہو۔ خود مصر کی تاریخ میں اسرائیل کے ساتھ جنگوں کا ذکر مختصر اور بہت محتاط الفاظ میں کیا گیا ہے، نقشے میں سے فلسطین کا نام نکال کر اسرائیل کا نام درج کردیا گیا ہے، اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے کے گیت گائے گئے ہیں اور جو ملک کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر معترض تھے، ان کے متعلق لکھا گیا ہے کہ "جو ممالک عالمی تبدیلیوں کو سمجھنے سے قاصر تھے انھوں نے اس معاہدے کو قبول نہیں کیا، ترقی یافتہ ممالک نے آگے بڑھ کر اس کا خیر مقدم کیا۔"

مصر کا ذکر چھوڑتے ہوئے آیئے، چند دیگر ممالک کی جھلک دیکھتے ہیں:

۱۸ نومبر ۲۰۰۱ء کو جاری ہونے والی ایک امریکی رپورٹ میں فلسطینی اسکولوں کے نصاب میں یہودیوں کے کسی مقدس مقام کا ذکر تک نہیں ہے، القدس کو یوں ظاہر کیا گیا کہ گویا اس پر صرف فلسطینیوں ہی کا حق ہے، شہدا اور جہاد کا تقدس ذہنوں میں بٹھایا جاتا ہے، اسرائیل کے ساتھ صلح کی

اہمیت کا ذکر کافی نہیں ہے۔ فلسطینی اتھارٹی نے اپنی تعلیمی پالیسی میں یونیسکو کے طے کردہ تعلیمی اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا۔

فلسطینی اتھارٹی اپنے دینی و ملی فرائض کی کس حد تک پاس دار ہے اور امن کے سراب کے پیچھے دوڑتے دوڑتے، ملی مفادات سے دست برداری کے کس جہنم میں خود کو اور فلسطینی قوم کو جھلسا رہی ہے، یہاں اس کے ذکر کا موقع نہیں ہے، لیکن آئیے، دیکھیں، یونیسکو کے جن تعلیمی اصولوں کی دہائی دی گئی ہے، وہ کیا ہیں؟

یونیسکو کے زیر انتظام قائم کردہ ایک ادارہ "اسلام اور مغرب" اپنے دستور مجریہ ۳؍اکتوبر ۱۹۷۹ء میں لکھتا ہے۔

"درسی کتب کے مولفین کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ دین کو کسی چیز کا معیار یا ہدف بنا کر پیش کریں صرف ان ہی دینی امور کو تعلیمی نصاب میں شامل ہونا چاہیے جو دیگر ادیان میں بھی مشترک ہوں، درسی کتب میں مذکور دینی مظاہر کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے اس جائزے میں دوسرے عقائد رکھنے والے بلکہ لادین افراد کو بھی شریک کرنا چاہیے" (جمال عبدالہادی اور دیگر، تطویر ام تضلیل فی مناہج التربیۃ الاسلامیۃ، ص:۳۶)

سعودی عرب کے تعلیمی نظام کو تو اس شدت سے نشانہ تنقید بنایا جا رہا ہے کہ امریکی اخبارات اور دانش ور حلقوں کے علاوہ امریکی کانگریس تک میں اس کی بازگشت سنائی دے رہی ہے، کہا گیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ صرف افغانستان پر حملے سے نہیں جیتی جا سکتی، وہاں موجود عناصر تو صرف ایک مظہر ہیں، دہشت گردی کی اصل جڑیں سعودی عرب اور اس کے تعلیمی نظام میں ہیں، پھر مزید وجوہات بیان کرتے ہوئے دریدہ دہن یہاں تک پہنچے کہ "حرمین کا وجود دہشت گردی کا سبب ہے، اور آسان حل یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) مکہ پر ایک ایٹم بم گرا دیا جائے"

الجزیرہ چینل کے ایک معروف ہفتہ وار پروگرام میں اسی مسئلے کا جائزہ لیا گیا (۱۶؍جنوری ۲۰۰۲ء) پروگرام پروڈیوسر احمد منصور معروف امریکی صیہونی تجزیہ نگار تھامس فرائڈ مین کا حوالہ دیتے ہوئے وہ کہتا ہے:

"۱۳؍دسمبر کے نیویارک ٹائمز میں تھامس فرائڈ مین لکھتا ہے کہ دینی مدارس اور جامعات

ہی دہشت گردی کا گڑھ ہیں، یہیں سے دہشت گردوں کے لیڈر پیدا ہوئے، دہشت گردی کی ان ہی سوتوں کو خشک کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ یہی تعلیم یہود و نصاریٰ کے خلاف نفرت پھیلاتی ہے، اب یہ بازگشت بھی سنائی دے رہی ہے کہ سعودی عرب اور دیگر ملکوں میں نصاب تعلیم تبدیل کیے جا رہے ہیں، اسرائیل دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ قرآنی آیات پڑھے جانے یا ریڈیو اور ٹی وی پر اسے پیش کرنے پر پابندی لگا دی جائے جس میں یہود کا ذکر ہے۔ یہ مہم ہمارے دین، ہماری ثقافت، ہماری تاریخ اور سب کچھ تبدیل کرنے کے لیے ہے" (الجزیرہ نٹ)

الجزیرہ ہی کے ایک اور پروگرام میں "سعودی عرب پر امریکی دباؤ" کے حوالے سے بحث ہوئی (۱۰؍جولائی ۲۰۰۲ء) اس میں حصہ لینے والوں میں سعودیہ کے وہ تین معروف علمائے کرام بھی تھے، جو عراق کویت جنگ کے بعد سعودیہ میں امریکی افواج کی آمد کے خلاف تھے، اس مخالفت کے باعث انھیں ۱۵،۱۵ سال کی سزا سنادی گئی تھی لیکن بعد میں رہا کر دیا گیا، ان میں سے ایک عالم دین شیخ سفر الحوالی کی گفتگو کے چند جملے:

"جو امر اس امت کے کسی فرد کے لیے قابل قبول نہیں ہے، نہ کوئی اس سے تغافل ہی برت سکتا ہے، وہ جزیرہ عرب سے امریکہ کی دشمنی ہے۔ جزیرہ عرب کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بات ہے، یہاں کے نظام تعلیم کو تبدیل کر دینے کی بات ہے، یہاں دعوتی سرگرمیوں کو کچل دینے کی بات ہے...... لیکن امریکہ کو جان لینا چاہیے کہ سعودی عرب میں ایسا کر کے وہ آگ سے کھیل رہا ہے"۔ (پورا متن الجزیرہ نٹ پر)

۱۶؍جولائی ۲۰۰۲ء کو یمن سے یہ اطلاعات موصول ہوئیں کہ تعلیمی وحدت کے نام پر یمنی حکومت نے تمام پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو قومیانے کا عمل شروع کر دیا ہے۔ اس کوشش میں کئی مقامات پر پولیس اور مقامی آبادیوں کے درمیان جھڑپیں بھی ہوئی ہیں، کئی مدارس کے اندر شہریوں نے دھرنا دے دیا کہ پولیس کو ان پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔

اسی مہینے مراکش سے یہ خبریں آئی ہیں کہ پولیس نے ۱۶ علماء اور دانش وروں کو گرفتار کر لیا ان پر الزام تھا کہ وہ امریکہ کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے تھے۔

پاکستان ہی نہیں، پوری مسلم دنیا کا ایک ہی مسئلہ ہے، اور وہ ہے نصاب تعلیم کی تبدیلی!

نظام و نصاب میں بہتری کے مطلوب نہیں؟ خود دینی مدارس سے یہ آواز گاہے بگاہے اٹھتی ہے کہ تعلیمی اصلاحات متعارف کروائی جائیں اور تمام تعلیمی اداروں کو تیز رفتار دنیا کا ساتھ دینے کے قابل بنانے کی فکر کی جائے، لیکن اگر تمام جد وجہد کا مقصد امریکہ کی خوشنودی اور امریکہ و اسرائیل سے قربت اور آئندہ نسلوں کو دین بیزار بنانا ہو تو ایسا کرنے سے پہلے ۱۰ دفعہ سوچنا ہوگا۔

یہ معلومات بھی دل چسپی کا باعث ہوں گی کہ مسلمان نسلوں سے قرآن وسنت چھیننے کی کوشش کرنے والے اپنے بچوں کو مذہب کے حوالے سے کیا تعلیم دے رہے ہیں، اسرائیل میں پرائمری سطح پر تعلیم حاصل کرنے والوں کی ۳۱ فیصد تعداد دینی مدارس میں زیر تعلیم ہے جن میں سے ۲۱ء۶ فیصد سرکاری سرپرستی میں چلنے والے مدارس اور ۹ء۹ فیصد آرتھوڈوکس یہودی دینی جماعتوں کے مدارس میں زیر تعلیم ہیں، اسرائیلی وزارت تعلیم کے اعداد وشمار کے مطابق گزشتہ عشرے کے دوران یہودی دینی مدارس میں داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد میں ۳۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔

اسرائیل کے عبرانی اخبار "یدیعوت احرونوت" کے مطابق ۱۹۹۰ء میں یہودی دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد ۴۸ ہزار تھی جو ۲۰۰۰ء میں ایک لاکھ ۱۰ ہزار ہو گئی ہے، اسی عرصے میں صرف توراتی قوانین پڑھنے والوں کی تعداد ۷ ہزار سے بڑھ کر ۳۲ ہزار ہو گئی ہے، پرائمری اسکول ہی سے دینی تعلیم اور عبرانی زبان سکھانے کا عالم یہ ہے کہ چوتھی کلاس تک کے بچوں کو عام اسکولوں میں ۳۵ فیصد وقت اور دینی مدارس میں ۵۱ فیصد وقت یہی دو مضامین پڑھانے پر صرف کیا جاتا ہے۔

پہلے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریون نے ۱۹۵۶ء میں چوبیسویں صیہونی کانفرنس میں کہا تھا: "صیہونی تحریک کا کوئی مستقبل نہیں ہوگا اگر ہر یہودی عبرانی تربیت وثقافت پھیلانا اپنا فرض عین نہ سمجھے۔"

کیا بن گوریون کے ان الفاظ میں عالم اسلام کے لیے بھی کوئی پیغام ہے؟ کوئی تازیانہ ہے...؟

(ماخذ: البیان، الشرق الاوسط: لندن، المجتمع: کویت، الامان: لبنان؟ الجزیرہ نٹ اور اسلام آن لائن)

(بشکریہ ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور اگست ۲۰۰۲ء)

☆☆☆

☆☆☆

مقالات

ہیکل سلیمانی

ابو عارض فلاحی

ہیکل سلیمانی اس عبادت گاہ کو کہتے ہیں جسے سلیمان بن داود علیہ السلام نے تابوت الٰہی کو رکھنے کے لئے ۱۰۰۴ ق م میں یوروشلم میں واقع موریا پہاڑ پر تعمیر کرایا۔ ہیکل معبد سلیمان اور خدا کے گھر کے نام سے بھی موسوم ہے۔

ہیکل سلیمانی کی اساس اولین

ہیکل سلیمانی کی پہلی بنیاد خانہ کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد یعقوب بن ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی، بخاری شریف میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا روئے زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی تعمیر ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام میں نے کہا پھر کون سی مسجد بنائی گئی آپ ﷺ نے فرمایا مسجد اقصیٰ، میں نے پوچھا دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا چالیس سال، البتہ بنی اسرائیل کے مصر ہجرت کرنے کے بعد یہ عمارت منہدم ہو گئی۔

ہیکل سلیمانی کی تعمیر

داود علیہ السلام یوروشلم کی فتح کے بعد خدا کے لئے ایک گھر کی تعمیر کرنا چاہتے تھے، لیکن "ناتن" نبی نے انھیں اس مشروع کو سلیمان علیہ السلام کے لیے چھوڑنے کا حکم دیا کہ یہی خدا کا حکم تھا، اس حکم کے اسرار ورموز سے پردہ کتاب مقدس نے یوں اٹھایا ہے:

"اور داود نے اپنے بیٹے سلیمان سے کہا یہ تو خود میرے دل میں تھا کہ خداوند اپنے خدا کے نام کے لئے ایک گھر بناؤں لیکن خدا کا کلام مجھے پہونچا کہ تو نے بہت خونریزی کی ہے اور بڑی بڑی لڑائیاں لڑا ہے سو تو میرے نام کے لئے گھر نہ بنانا کیونکہ تو نے زمین پر میرے سامنے بہت خون بہایا۔ دیکھ تجھ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا وہ مرد صلح ہوگا اور میں اسے چاروں طرف کے سب دشمنوں سے امن بخشوں گا کیونکہ سلیمان اس کا نام ہوگا اور میں اس کے ایام میں اسرائیل کو امن وامان بخشوں گا وہی میرے نام کے لئے ایک گھر بنائے گا۔ (تواریخ اباب ۲۲ / ۷-۱۰)

ہیکل کی جگہ یہودی شفوی روایات اس امر پر متفق ہیں کہ ہیکل اس بلند سطح زمین پر واقع تھا جو موریا پہاڑ کو تاج کی مانند گھیرے ہوئے ہے اور جہاں سلیمان علیہ السلام سے ایک ہزار سال قبل ابراہیم علیہ السلام نے یروشلم کے بادشاہ "ملکیصدق" کو خدائے بزرگ و برتر کی بندگی کرتے ہوئے اور مہمانوں کی ضیافت کرتے ہوئے پایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھی روٹی اور نبیذ پیش کی تھی اور پھر انہیں اللہ عظیم کے نام سے برکت دی تھی۔ (دیکھئے: القدس، ڈاکٹر حسن ظاظا ص ۳۹۔۴۰)

ہیکل سلیمانی کی اہمیت ہیکل سلیمانی یہودیوں کی سب سے مقدس ترین جگہ ہے کیونکہ یہ صرف خدا کا گھر ہی نہیں بلکہ ان کا روحانی مرکز ان کے ملک کی راجدھانی ان کی تہذیب وتمدن کو آئندہ نسلوں تک پہونچانے کا ذریعہ تھا، یہودی مذہب کو رفعت و بلندی اور دوام عطا کرنے، دیگر مذاہب سے اسے علیحدہ رکھنے میں اس ہیکل نے زبردست رول ادا کیا ہے۔

یہ جگہ انتہائی مقدس اور بابرکت ہے کیونکہ اس جگہ تجلیات الٰہی کا ظہور ہوتا ہے، اور اس کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، سلاطین اول میں ہے: "پھر ایسا ہوا کہ جب کاہن پاک مکان سے باہر نکل آئے تو خداوند کا گھر ابر سے بھر گیا سو کاہن اس ابر کے سبب سے خدمت کے لئے کھڑے نہ ہو سکے اس لئے کہ خداوند کا گھر اس کے جلال سے بھر گیا تھا۔ (باب ۸/۱۱)

قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے سورۃ الاسراء میں ہے "پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا"

ہیکل سلیمانی کی طرز و مساحت ہیکل سلیمانی کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی بیس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس کے سامنے ایک برآمدہ اس گھر کی چوڑائی کے مطابق بیس ہاتھ لمبا تھا اور اس گھر کے سامنے اس کی چوڑائی دس ہاتھ تھی۔ (سلاطین اول ۶/۳)

سلیمان علیہ السلام کے تعلقات صور کے بادشاہ حیرام سے بڑے اچھے تھے چنانچہ ہیکل کی تعمیر کے وقت سلیمان علیہ السلام کی درخواست پر اس نے ستونوں کے لئے صنوبر کی لکڑیاں، اور مشہور معمار بھیجے، اور ان معماروں نے سلیمان علیہ السلام کے معماروں کے ساتھ مل کر ہیکل کی تکمیل کی اس کا طرز حقیقی تھا

اور اس مسجد میں ادا کی جانے والی عبادات بھی یہودی اور حقیقی رسوم وطقوس سے عبارت تھی۔

بعض محققین کے نزدیک بیت المقدس کی تعمیر سلیمان علیہ السلام نے جنوں کے ہاتھوں کرائی ہے، شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آپہنچی، جنوں کو نقشہ بتا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں در بند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے، جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے گھن کھانے سے گرا تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ (حاشیہ شبیر عثمانی ص ۵۷۲)

سلاطین اول اس گھر کی عظمت وضخامت کے بیان پر مشتمل ہے چنانچہ سلاطین کے بیان کے مطابق اس کی دیواروں پر سونے اور پتھروں کی کشیدہ کاری کی ہوئی تھی، برطانوی مفکر ویلز کا خیال ہے کہ اس عہد کی فرعونی اور آشوری عبادت گاہوں سے اگر معبد سلیمان کا موازنہ کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وادی نیل وفرات میں پھیلی ہوئی مقامی فرعونی و آشوری عبادت گاہوں سے زیادہ بڑی وہ عبادت گاہ تھی۔ (القاموس الاسلامی ج ۶ ص ۴۷۱)

ہیکل سلیمانی کی شہادت یہودیوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں جب اللہ تعالی نے بابلیوں کو ان پر مسلط کیا تو بخت نصر نے ۵۸۶ ق م میں ہیکل کو مسمار کر دیا اور اس کے جملہ آثار ونشانات مٹا دیئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل بابل سے پہلے آشوریوں کے زمانے میں بھی ۹۰۰ ق م کے لگ بھگ ہیکل کی مسماری عمل میں آئی تھی۔

ہیکل کی تعمیر جدید اہل بابل پر ایرانیوں کے غلبہ کے بعد مشہور ایرانی حکمراں قورش نے یہودیوں کو نہ صرف فلسطین آنے کی اجازت دی بلکہ انہیں [illegible] تبلیغ اور ہیکل کی تعمیر کی بھی ہدایت کی، چنانچہ قورش کی اجازت سے ۵۲۰ ق م میں شروع کی گئی، دارا یوش اور [illegible] کی نگرانی میں ہیکل سلیمانی نئے سرے سے تعمیر کیا گیا، اس تعمیر کی تکمیل [illegible] کے زمانے میں ہوئی۔ (القدس، ۳۶ و تفہیم القرآن ۳/۵۹۹)

ہیکل سلیمانی کی تیسری تباہی شاہ مکدونیہ کے ہاتھوں ۳۲۲ ق م میں عمل میں آئی اور پھر اس کی از سرِ نو تعمیر ملک ہیرودس اعظم نے کی۔ ہیکل کی چوتھی تباہی رومی قائد بوس کے ہاتھوں عمل میں آئی اس نے ۶۳ ق م میں ہیکل کو جلا دیا اور اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

ہیکل کی پانچویں تباہی ۷۰ء میں ٹیٹس رومی کے ہاتھوں ہوئی اس نے پورے ہیکل کو مسمار کر دیا، اور یہودی روایات کے مطابق صرف اس کی مغربی دیوار کا ایک حصہ باقی بچا۔

ہیکل کی آخری تباہی قیصر ہیڈریان کے زمانے میں ۱۳۵ء میں عمل میں آئی، قیصر نے نہ صرف ہیکل کو تباہ کر دیا بلکہ اس کی جگہ یونانی خدا جوپیٹر کے لئے ایک مندر بھی بنا ڈالا۔

(دیکھئے العرب والیہود فی التاریخ ۶۱۸)

اسراء و معراج کے موقعہ پر آپ ﷺ نے شاید اسی رومی مندر میں انبیاء کی امامت کی تھی اور اسی مندر کے ستونوں کی تعداد اور اس کے وصف کو قریش مکہ سے بیان کیا تھا اور شاید اسی جگہ فتح بیت المقدس کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی تھی کیونکہ جہاں ایک بار مسجد بن جائے وہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہو جاتی ہے، اس کے انہدام یا اس میں بتوں کے نصب کر دینے یا اس کی جگہ کسی دوسری عبادت گاہ کے تعمیر کرنے سے اس کی شرعی و قانونی حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

کیونکہ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کے نصب ہونے کے باوجود بھی شریعت نے اسے خانہ خدا اور مسجد حرام ہی سے تعبیر کیا ہے سورۃ الاسراء میں ہے "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ" پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے ایک معمولی حصہ میں مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔

اسراء کا یہ واقعہ نبوت کے بارہویں یا تیرہویں سال پیش آیا تھا اور اس وقت تک قریش مکہ ہی خانہ کعبہ کے متولی تھے۔

ہیکل کی دوسری اور آخری تباہی کا تذکرہ قرآن مجید نے یوں کیا ہے "پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اپنے بندوں کو بھیجا تاکہ وہ تمہارے منہ اداس کر دیں اور تاکہ گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور تاکہ جن چیزوں پر غالب ہوں، انھیں پوری طرح خراب کر دیں۔ (بنی اسرائیل ۷)

دیوار گریہ ہیکل سلیمانی کی آخری تباہی کے موقعہ پر رومیوں نے ہیکل کو بالکل زمین بوس کر دیا تھا صرف اس کی ایک دیوار کا چھوٹا سا حصہ باقی رہ گیا جو کہ الحال مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار سے متصل ہے اور جسے عربی میں "حائط براق" کہا جاتا ہے۔

۱۱۹۳ء میں ملک افضل بن صلاح الدین نے دیوار کے سامنے نمازیوں کو راستہ فراہم کرنے کی خاطر زمین کا ایک حصہ وقف کر دیا اور پھر مسجد اقصیٰ کے مغربی زائرین کے خاطر متعدد گھر وقف کر دیئے گئے۔

.... بائبل کے سفر نوحہ (۶۳) کے مطابق ہیکل سلیمانی کی دوسری تباہی کے بعد یہودی اپنے اس مقدس ہیکل کے کھنڈرات کی زیارت اور اس کے پاس گریہ وزاری کے عادی ہو گئے، ۱۳۵ء میں جب قیصر ہیڈریان نے یروشلم میں یہودیوں کے داخلہ پر مکمل پابندی عائد کر دی تو کسی طرح انھوں نے سال میں ایک بار "القدس" آنے کی اجازت حاصل کر لی چنانچہ وہ سال میں ایک بار یروشلم آتے اور ہیکل کے کھنڈر کے پاس بیٹھ کر گریہ وزاری کرتے، پھر رفتہ رفتہ مذہبی پروگرام کی مناسبت سے وہ وہیں جانے لگے اور اس کے پاس ان کا آنا بڑھنے لگا، اور ان کے نیک لوگ دیوار سے قریب ہونے اور چھونے اور اسے آنسوؤں سے تر کرنے کو عبادت سمجھنے لگے اور اس دیوار کے شگافوں میں ایسے اوراق رکھنے لگے جو دینی آرزوؤں اور رحم کی درخواستوں پر مبنی ہوتے، اور بالآخر پورے رسوم و رواج کے ساتھ جس طرح کلیسا میں نماز ادا کی جاتی ہے وہاں بھی نماز ادا کی جانے لگی۔

کیا مسجد اقصیٰ ہیکل کی بنیادوں پر قائم ہے صہیونیوں کا خیال ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بنیاد ۷۰ء میں ہیکل کی قدیم بنیادوں پر رکھی گئی ہے، یہودیوں کا یہ دعویٰ بے بنیاد اور تاریخی شواہد و دلائل سے عاری ہے اس کی دلیل صرف وہ شفوی روایات ہیں جو نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی آرہی ہیں کہ مسجد اقصیٰ ہیکل کی بنیادوں پر استوار ہے لیکن یہ رائے درج ذیل اسباب و وجوہ کی بناء پر درست نہیں۔

۱۔ مسجد اقصیٰ کے نیچے اور اس کے اردگرد ۱۹۶۷ء سے اب تک ہونے والی مسلسل اسرائیلی کھدائیوں کے دوران عہد اموی کا شاندار محل اور بعض رومی آثار تو ملے ہیں لیکن کوئی ایسا اسرائیلی نشان نہ ملا جس سے ان کے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہو (اسلامیہ القدس فی مجابہۃ المطامع الصہیونیہ،

المعاصرۃ: ڈاکٹر حازم زکی نسیبہ ص ۱۹)

۲۔ فلسطین پر برطانوی استعمار کے عہد میں جب یہودیوں نے مسجد پر اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا تو اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن قائم کیا گیا اور ۱۹۳۰ء میں کونسل آف لیگ آف نیشن نے ان لفظوں میں حائط براق پر مسلمانوں کی ملکیت تسلیم کی۔

دلائل وشواہد کی روشنی میں ہم درج ذیل نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ مغربی دیوار (حائط براق) صرف مسلمانوں کی ہے کیونکہ وہ حرم شریف کے صحن کا غیر منقسم ایک حصہ ہے اور وہ صحن وقف کی زمین ہے صحن کے آگے قائم رصیف اور محلہ مغاربہ بھی مسلمانوں کی ملکیت ہیں کیونکہ یہ عمارتیں اسلامی شریعت کے مطابق وقف ہیں۔ (دیکھئے: القدس بین الامس والیوم: ص ۳۰)

۳۔ مشہور ماہر قدیمہ ''ڈی سولس'' کے مطابق مسجد اقصیٰ کی مساحت ہیکل سے کئی گنا زیادہ ہے۔ چنانچہ ہیکل کی لمبائی ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی بیس ہاتھ تھی جبکہ حرم شریف کی مشرقی دیوار کی لمبائی ۴۶۲ میٹر اور جنوبی دیوار کی ۲۸۵ میٹر ہے اور مغربی دیوار کا کونا زاویہ منفرجہ کی شکل میں اور پھر خط مستقیم کی شکل میں ہے اور شمالی دیوار جنوبی دیوار سے کافی لمبی ہے۔ نیز حرم شریف مستطیل اور اسکی سمت شمال سے جنوب کی جانب ہے جبکہ ہیکل سلیمانی کی سمت مغرب سے مشرق کی جانب (یعنی سورج کی جانب) تھی۔ اس زمانے میں بابل اور مصر کی قدیم عبادت گاہوں کا رخ اسی جانب ہوا کرتا تھا۔

(ہیکل سلیمان، ہوالہیکل المزعوم: ڈاکٹر محمد السید علی بلاسی: ص ۷۷۔ البعث الاسلامی ''جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ'' میں شائع شدہ مضمون)۔

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کی روشنی میں یہودیوں کے اس دعویٰ کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے کہ دیوار گریہ ہیکل سلیمانی کا جز ونہیں ہے حقیقت میں وہ مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار کا ایک حصہ ہے۔ اور بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسجد اقصیٰ ہیکل کی بنیادوں پر قائم ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں وہاں ہیکل سلیمانی تھا ہی کہاں کیونکہ ہیکل کے چھ بار مسماری کے بعد وہاں بار بار مختلف زمانوں میں نیا ہیکل تعمیر کیا گیا تھا۔

☆☆☆

مذاہب عالم

سکھ مت (۲)

گروؤں کی مختصر سوانح حیات اور انکے اہم کارنامے

انیس احمد فلاحی مدنی

۱۔ گرو انگد آپ کا نام بھائی لہنا تھا۔ ۳۱ مارچ ۱۵۰۴ء کو موضع مَتّے دی سراں ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے آپکے والد بھائی فیرو جی کے نام سے مشہور تھے والدہ کا نام دیا کور تھا۔

۱۵۳۲ء میں ہندو دھرم ترک کر کے بدھ مت اختیار کیا، اور گرو نانک کی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ۲ ستمبر ۱۵۳۹ء کو گرو نانک نے بھائی بڑھا سے کہا کہ انگد کی پیشانی پر تلک کا نشان لگاؤ اور اعلان کر دو کہ میرے بعد اب گرو ہوں گے۔

گرو انگد ایک انتہائی پاک باز اور راسخ العقیدہ شخصیت کے مالک تھے۔ انھیں بچوں سے ایک خاص طرح کا لگاؤ تھا، عام آدمیوں سے بھی ان کو بہت شفقت تھی، انھیں جو کچھ بھی بطور تحفہ ملتا وہ فوراً اسے غرباء اور مساکین کو دے دیتے۔ خود انتہائی سادگی کی زندگی بسر کرتے تھے دری اور دھاگے کا سوٹ بٹ کر گزارا کرتے تھے۔

گرو کی گدی سنبھالنے کے بعد آپ نے گرو نانک کا قائم کیا ہوا لنگر خانہ زیادہ وسیع پیمانے پر منظم کیا۔ لنگر کی تنظیم نے سکھوں کو ایک وحدت میں پرونے اور متحد کرنے میں زبردست رول ادا کیا۔ آپ نے گرو نانک کے حلقہ معتقدین کو مضبوط کرنے کے لئے گورمکھی (پنجاب میں اس وقت یہ زبان عوام کے درمیان بولی جاتی تھی، اسکا اپنا کوئی رسم الخط نہ تھا) کا رسم الخط سدھارا اور گرو نانک کے ایک پرانے ساتھی ''بالا'' کے تعاون سے گرو نانک صاحب کی ایک سوانح حیات مرتب کرائی جس میں ان کی تعلیمات بھی تلخیص کے ساتھ موجود تھیں۔ یہ سوانح حیات پنجابی نثر کی پہلی طبع شدہ کتاب ہے۔ اس رسم الخط کی بدولت عام ان پڑھ آدمیوں کو پڑھنا لکھنا سیکھنے میں آسانی ہوتی اور سکھوں کو زیادہ مقبولیت نصیب ہوئی نیز اس سوانح نے گرو نانک کے عقیدت مندوں میں اتحاد اور جماعتی احساس پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۲۹ مارچ ۱۵۵۲ء کو انھوں نے اس دار فانی سے کوچ کیا اور اپنے بعد گرو امر داس کو اپنا جانشین بنایا۔

گرو امر داس : آپ ۵ مئی ۱۴۷۹ء کو امرتسر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک اچھے کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام تیج بھان اور والدہ کا نام بخت کور تھا۔ آپ کے بھتیجے کی شادی گرو انگد کی بیٹی بی بی امرو کے ساتھ ہوئی تھی۔ بی بی امرو ایک دن کام کرتے ہوئے اپنے پتا گرو انگد کا کوئی بھجن گنگنا رہی تھیں، امر داس اس بھجن سے کافی متاثر ہوئے اور کھدور گاؤں آ کر انگد کے آشرم میں انکی صحبت اختیار کر لی۔ ۱۵۵۲ء سے ۱۵۷۴ء تک گرو کا فرض انجام دیا۔ سکھوں کی تنظیم کے لئے آپ نے پنجاب میں بکھرے ہوئے اپنے چیلوں کو ۲۲ حلقوں (منجیوں) میں تقسیم کر دیا اور ہر حلقہ کے لئے ایک آزمودہ کار اور روحانی اعتبار سے ترقی یافتہ سکھ بطور سربراہ اور اپنے نائب کے متعین کر دیا منجی پنجاب میں چارپائی کو کہتے ہیں، چونکہ یہ سربراہ اپنے حلقہ میں چارپائی پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرتے تھے اس لیے یہ حلقے بھی منجی کے نام سے موسوم ہو گئے، اس کے علاوہ گرو امر داس نے بعض ایسی عوامی خدمات بلا تفریق مذہب وملت انجام دیں جن سے ان کے اثر کو عام ہونے میں بہت مدد ملی مثلا انھوں نے شہنشاہ اکبر سے درخواست کر کے ہندو عوام کے لیے ہردوار کے تیرتھ پر جو ٹیکس عائد تھا وہ ہٹوا دیا، ایک سال جب اکبر کی فوجیں پنجاب میں مقیم تھیں ان کی واپسی پر اکبر سے پورے علاقہ کی مالگزاری معاف کروا دی انھوں نے ایک گاؤں گوئندوال بھی آباد کیا اور وہاں ایک بڑی باؤلی تعمیر کرائی ان رفاہی کاموں سے ان کی تحریک کو بہت تقویت حاصل ہوئی اور ہندو عوام میں سکھ مت کو اختیار کرنے کا رجحان بڑھنے لگا۔

گرو امر داس ہر سال دیوالی کے دن اور بیساکھ اور ماگھ کی پہلی تاریخوں کو سکھوں کا عام جلسہ کرتے تھے وہ ہر موقعہ کے لیے نرم برتاؤ، عدم تشدد اور نفس کشی کی تعلیم دیتے تھے ان کا سارا زور ایک پرہیزگار زندگی گزارنے پر تھا اور ذات پات اور نسلی برتری پر فخر کرنے کو احمقانہ لغویات کہتے تھے۔

چوتھے گرو رام داس : آپ کا نام جیٹھا تھا، ۲۶ ستمبر ۱۵۳۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے والد کا نام ہری داس اور والدہ کا انوپ دیوی تھا ۱۵۷۴ء سے ۱۵۸۲ء تک آپ سکھوں کے گرو رہے، سکھوں کو ہندوؤں سے علیحدہ مذہبی جماعت بنانے کے لیے آپ نے سکھوں کی شادی بیاہ اور مرنے کے بعد کی رسومات اپنی الگ نوعیت پر متعین کرنے کی کوشش کی انھوں نے ستی کی رسم کی بھی مخالفت کی نیز بیواؤں کی شادی پر زور دیا، ۱۵۷۷ء میں اس مقام پر جہاں گرو نانک کی جھونپڑی رہ چکی تھی اور جہاں ایک قدرتی پانی کا چشمہ تھا اکبر بادشاہ سے حاصل کر کے وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی، اور اس چشمہ کو ایک بڑے تالاب کی شکل میں بنوا دیا، بعد میں یہ تالاب امرتسر (چشمۂ آب حیات) کے نام سے مشہور ہوا اور شہر کا بھی یہی نام پڑ گیا، اور دہلی سے کابل جانے والی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس شہر نے تجارتی اور مذہبی دونوں لحاظ سے بہت ترقی کی، آپ کے عہد میں سکھوں کے تعلقات اکبر بادشاہ سے کافی اچھے اور گہرے ہو گئے اور بادشاہ کی جانب سے انھیں بڑی بڑی آراضیاں اور کئی گاؤں بطور عطیات کے ملے جس سے سکھ مت کو کافی فروغ حاصل ہوا، آپ کے بعد گرو کا عہدہ آپ کی اولاد میں موروثی ہو گیا اور آپ کے چھوٹے لڑکے ۱۵۸۱ء میں سکھوں کے پانچویں گرو ہوئے۔

گرو ارجن دیو : ارجن دیو گرو رام داس کے تیسرے بیٹے تھے آپ ۱۵ اپریل ۱۵۶۳ء میں گوئندوال میں پیدا ہوئے آپ کے بچپن ہی میں ہی گرو امر داس نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ "میرا یہ پوتا سمندروں کو پار کرنے کے لیے کشتی کا کام کرے گا" ۱۵۸۱ء میں ۱۹ سال کی عمر میں انھوں نے گدی سنبھالی اور ۱۶۰۶ء تک گرو کے منصب پر فائز رہے، سکھوں کو سیاسی اور مذہبی لحاظ سے ایک مخصوص شخصیت عطا کرنے میں آپ کا غیر معمولی ہاتھ ہے آپ نے اپنے سے پہلے تمام سکھ گروؤں اور ان صوفی سنتوں کا کلام جو گرو نانک صاحب نے اپنی سیاحت کے دوران ہندوستان کے کونے کونے سے جمع کیا تھا مرتب کر کے سکھوں کے لیے ایک مقدس کتاب گرنتھ صاحب تیار کی جو اس دور سے لے کر ہمیشہ کے لیے سکھوں کی مذہبی زندگی کا محور قرار پائی اور دسویں گرو کے بعد تو اس کتاب کو باضابطہ گرو کا درجہ حاصل ہو گیا۔

آپ کا دوسرا اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے امرتسر میں سکھوں کے لیے ایک مرکزی عبادت گاہ تعمیر کرا کے انھیں جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک مذہبی مرکز فراہم کر دیا اس مرکزی عبادت گاہ کو ہرمندر کہا جاتا ہے ۱۵۸۸ء میں اس کا سنگ بنیاد ایک مسلمان صوفی میاں میر نے رکھا تھا گرو ارجن خود اس کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ ساتھ کام کرتے تھے اس مقام پر سکھ گروؤں کی مستقل رہائش اور ان کی ذات میں میری اور فقیری کے امتزاج کے باعث یہ جگہ سکھوں میں دربار صاحب کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

آپ کا تیسرا اہم کارنامہ (دسونت) عشر کو فرض کرنا تھا آپ نے یہ فرض کیا کہ آئندہ سے ہر سکھ اپنی سالانہ پیداوار کا دسواں حصہ بطور گرو کے نذرانہ کے اجتماعی خزانہ کے لیے وقف کرے گا اس رقم کی وصولیابی کے لیے انھوں نے سکھوں کے ہر حلقہ میں ایک عامل مقرر کر دیا جو حلقے کے تمام سکھوں سے گرو کے حصہ کی رقم وصول کر کے بیساکھی کے موقعہ پر گرو کی خدمت میں ''دربار صاحب'' میں حاضر ہوتا تھا اس طرح سکھوں کی تنظیم کے لیے ایک مضبوط معاشی بنیاد قائم ہو گئی۔

سکھوں کو معاشی لحاظ سے مستحکم بنانے کے لیے آپ نے ترکستان سے گھوڑوں کی درآمد شروع کی جس سے سکھوں میں گھوڑ سواری اور کاروبار پسندی کی عادت پیدا ہوئی اور سکھ دربار کو بھی مالی منفعت حاصل ہوئی۔

گرو ارجن کے عہد میں یہ تحریک سیاسی اہمیت اختیار کرتی جا رہی تھی چنانچہ جب مغل بادشاہ جہانگیر کا لڑکا شہزادہ خسرو باپ سے باغی ہو کر پنجاب کی طرف بھاگا تو وہ گرو ارجن کی خدمت میں حاضر ہوا اور گرو ارجن دیو نے نہ صرف اس کی کامیابی کے لیے دعا کی بلکہ اس کی مالی امداد بھی کی۔ اس پر لاہور کے وزیر چندو شاہ (جو گرو ارجن کے لڑکے ہرگوبند سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا تھا اور گرو کے انکار پر کافی ناراض تھا) نے جہانگیر کے کان بھرے جہانگیر نے حکم دیا کہ انھیں گرفتار کر کے چندو شاہ کے حوالے کر دیا جائے اور بعد میں حسب قانون مقدمہ چلا کر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ تزک جہانگیری جو جہانگیر کی خود نوشت سوانح عمری ہے جہانگیر نے صاف صاف کہا ہے کہ ان پر قانون اور سرکاری روایات کے مطابق مقدمہ چلایا جائے لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ تزک کے انگریز مترجم نے اس کے ترجمہ میں تحریف کر دی اور اپنے ترجمہ میں اس حکم کو یوں بیان کر دیا ''میں نے اس کو (گرو ارجن دیو) قتل کیے جانے کا حکم دے دیا''

گرو ارجن ۳۰ رمئی ۱۶۰۶ء کو موت سے ہمکنار ہوئے۔ ان کی لاش موت کے تھوڑی دیر بعد دریائے راوی میں پھینک دی گئی سکھوں کا عقیدہ ہے کہ وہ سکھ مذہب کے لیے شہید کی موت مر گئے۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے سکھوں میں ذات پات اور اونچ نیچ کا تعصب بالکل ہی ختم کر دیا، گرو کی طرف عقیدت کا ایک شدید جذبہ بیدار کیا اور انھیں ایک مذہبی فرقہ بنا دیا۔

گرو ہرگوبند گرو ہرگوبند گرو ارجن کے بیٹے تھے اور ان کی ولادت ۱۹ رجون ۱۵۹۵ء میں

ہوئی ۱۶۰۶ء میں گرو ارجن کے قتل کیے جانے کے بعد انھوں نے گرو کا عہدہ سنبھالا اور ۱۶۴۴ء تک وہ گرو رہے۔

گرو ارجن کے قتل کی وجہ سے سکھ مغل حکومت کی مخالفت کو فرض اور ضروری سمجھتے تھے چنانچہ پہلی بار جب گرو دربار صاحب میں آئے تو پوری فوجی وردی زیب تن کیے ہوئے تھے اور کمر کے دونوں طرف دو تلواریں لٹکی ہوئی تھیں کسی نے جب اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ایک تلوار ''پیری'' کی ہے اور دوسری ''میری'' کی ہے، یہ گویا سکھ مذہب میں دین اور سیاست کے یکجا ہونے کا اعلان تھا اس وقت سے سکھ تحریک صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی اپنی اور مذہب سے آزاد کر کے ایک خدا کی عبادت پر لگانے ہی کا نام نہیں رہ گئی بلکہ سیاسی و سماجی زندگی میں بھی ہندوستانی عوام کو مسلمانوں کے غلبہ سے آزاد کرانے کی علمبردار بن گئی، بعد کی سکھ روایت میں یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم بن گئیں اور ایک پر چلنا دوسرے پر عمل کرنے کے مترادف قرار پایا۔

ساتویں گرو گرو ہررائے ۱۶ رجنوری ۱۶۳۰ء میں پیدا ہوئے یہ گرو ہرگوبند کے پوتے اور ہردتا کے بیٹے تھے، بچپن ہی سے وہ نرم مزاجی اور دینداری کے لیے مشہور تھے بچپن میں بھی ان کو کسی نے کوئی پتی یا پھول توڑتے نہیں دیکھا، ان کو جانوروں سے بھی بہت پیار تھا، اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے نرم مزاج اور صلح پسند آدمی تھے اور سوائے ایک موقع کے جب دارا شکوہ اورنگ زیب کی فوجوں سے بچ کر راہ فرار اختیار کر رہا تھا انھوں نے دارا شکوہ کو بچانے میں اعانت کرنے کے علاوہ اور کوئی سیاسی اقدام نہیں کیا۔

آٹھویں گرو، ہرکشن گرو ہرکرشن کی ولادت ۷ رجولائی ۱۶۵۶ء کو ہوئی شروع سے ہی یہ انتہائی شیریں گفتاری اور فرمانبردار طبیعت کے لیے مشہور تھے مذہبی امور پر ان کی گہری نگاہ تھی، آپ کے بڑے بھائی رام رائے جو اورنگ زیب کے دربار سے وابستہ تھے ان سے آپ کے والد کافی ناراض تھے اس لیے آپ کو پانچ سال کی عمر میں ہی گرو کے عہدے کے لیے آپ کے والد نے نامزد کر دیا، والد کے انتقال کے بعد رام رائے نے دعوائے مخالفانہ کی وجہ سے اورنگ زیب نے فیصلے کے لیے کم سن گرو کو دہلی بلوایا جہاں چند سال بعد ان کا چیچک کے مرض میں انتقال ہو گیا مرض الموت میں جب آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ اب دوسرا گرو کون ہو گا تو انھوں نے جواب میں صرف ''بابا بکلے'' کہا

سننے والوں نے اس سے اندازہ لگایا کہ نئے گرو باکالا گاؤں میں پائے جائیں گے۔

نویں گرو تیغ بہادر یہ گرو ہرگوبند کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے، یکم اپریل ۱۶۲۱ء کو پیدا ہوئے آپ کی شادی بی بی گوجری کے ساتھ ہوئی آپ ایک منکسر المزاج، رحمدل اور سیدھے سادے انسان تھے، وہ خدا کی محبت کے قائل تھے اور چاہتے تھے کہ انسان اس دنیا اور اس کی ضرورتوں سے باخبر رہے، ان کا ایک بہت مشہور شعر ہے "دنیا کے دکھوں پر آنسو ضرور بہاؤ مگر ان آنسوؤں کو ذکر خدا کے لیے تسبیح کا کام لو"

سکھ روایت کے مطابق اورنگ زیب ایک متعصب اور جابر بادشاہ تھے، کہا جاتا ہے کہ کشمیر سے کچھ برہمن گرو تیغ بہادر کے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ ان کو زبردستی مسلمان بنایا جا رہا ہے، روایت کے مطابق گرو تیغ بہادر نے ان سے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کے سامنے جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر گرو تیغ بہادر اسلام قبول کرلیں تو ہم سب بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کی خبر جب اورنگ زیب کو ہوئی تو انھوں نے آپ کو دلی بلوایا گیا اور حکم سنایا گیا کہ چاندنی چوک پر ان کا سر قلم کر دیا جائے روایت ہے کہ جب ان کا سر کاٹا گیا تو وہ جپ جی پڑھ رہے تھے کہتے ہیں ٹھیک اسی وقت اتنی زور کی دھول اڑی کہ مغل سپاہیوں کو آنکھیں بند کرلینی پڑیں اور اسی اثنا میں گرو کا سر اڑ کر ایک سکھ کی گود میں چلا گیا جو اس کو لے کر آنند پور چلا گیا تاکہ ضروری رسمیں ادا کی جا سکیں، یہ واقعہ جمعرات دوپہر بعد کا ہے تاریخ ۱۱ر نومبر ۱۶۷۵ء تھی کچھ وفادار سکھ جو حلال خور طبقہ سے تھے لاش کو اٹھا لے گئے اور اس کو رسم کے مطابق جلا دیا لاش کی راکھیاں جہاں دفن کی گئیں وہیں پر آج کل گرودوارہ رکاب گنج ہے کہا جاتا ہے کہ اس قتل سے اورنگ زیب کو بڑی پشیمانی ہوئی، اس واقعہ نے پنجاب میں سارے سکھوں کو غم و غصہ سے بے تاب کر دیا اور نہ صرف مغل بادشاہ کے خلاف بلکہ تقریباً ساری مسلم قوم کے خلاف نفرت کے شعلے جلنے لگے گرو تیغ بہادر نے اپنا سر دے کر مغلوں کے خلاف پورے شمالی ہندوستان میں ایک آگ لگا دی۔

دسویں گرو۔ گرو گوبند سنگھ گرو گوبند ۱۹ دسمبر ۱۶۶۶ء میں پٹنہ میں پیدا ہوئے، ۱۶۷۵ء میں گردتا نے ضروری رسوم کے ساتھ انکو گرو کی گدی پر بٹھایا، آپ کی شادی ۱۶۷۷ء میں لکھیا کی لڑکی جیتو سے ہوئی جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے ماتا سندری کے نام سے مشہور ہوئیں، سکھوں کو ایک قوم کی حیثیت سے گرو نانک، گرو ارجن اور گرو ہرگوبند کافی دور تک لے گئے اور گرو گوبند

سنگھ نے اس کام کو مکمل کردیا۔

۱۶۹۹ء میں بیساکھ کے میلہ میں اپنے معتقدین کو اکٹھا ہونے کیلئے بلایا جب ایک بھیڑ اکٹھا ہوگئی تو آپ نے انکی وفاداری کا سخت ترین امتحان لینے کی غرض سے ایک ٹیلہ کو کسی قدر کاٹ چھانٹ کر چاروں طرف سے گھیر دیا، سارے لوگوں کو رات بھر میدان ہی میں قیام کرنے کا حکم دیا، صبح سویرے انھوں نے تلوار میان سے نکالی اور ایک دہلا دینے والی آواز میں کہا: "اگر یہاں کوئی سچا سکھ ہے تو اپنی سچائی ثابت کرنے کیلئے وہ مجھ کو اپنا سر دے دے، بہت دیر کے بعد لاہور کے دیا رام کھڑے ہوئے گرو انھیں گھیرے کے اندر لے گئے اور تھوڑی دیر بعد گرو تلوار لئے باہر آئے جس سے خون ٹپک رہا تھا پھر آپ نے گرج کر پوچھا: دوسرا کون شخص ہے جو گرو کے لئے سر دینے کو تیار ہے رام داس آگے بڑھے پھر محکم چند اور پھر صاحب چند اور ہمت چند قربان ہونے کے لئے آگے بڑھے اس درمیان بھیڑ اتنی خوفزدہ ہوگئی کہ وہاں سے منتشر ہوگئی، گرو نے ان پانچ سکھوں کو جان سے نہیں مارا تھا بلکہ گھیرے میں ہر بار وہ ایک بکرا مار کر خون آلود تلوار لے کر باہر آتے تاکہ دیکھنے والوں کو یہ یقین ہو جائے کہ جو آدمی ابھی گیا تھا وہ قتل ہو گیا آخر گرو نے ان پانچوں کو باہر نکالا انکو خلعتیں پہنائیں اور "پنج پیاروں" کا خطاب دیا۔

اسکے بعد گرو نے سکھ بناتے وقت جو رسم ادا کی جاتی ہے اسکا آغاز کیا، پرانی رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص سکھ بنتا تھا تو اس کو وہ پانی پلایا جاتا تھا جس میں گرو کا پیر دھویا گیا ہو اسکو "چرن امرت" یا پاہل کہتے تھے۔ آپ نے ایک نئی قسم کی رسم شروع کی جو "امرت چکھنا" کہلاتی ہے۔ آپ نے لوہے کا ایک پیالہ لیا اور اس میں پانی ڈال کر اسکو ایک دودھارے خنجر سے خوب ہلایا، اور خود اپنے مرتب کیے ہوئے کچھ سویوں کا ورد کیا۔ پھر اپنی بیوی گوجری داء سے مٹھائیوں کو اس پیالے میں ڈلوایا تاکہ جو سکھ اس پانی کو پئیں وہ ایک میٹھی دوستی میں ایک دوسرے سے بندھ جائیں۔ پہلے آپ نے پنج پیاروں کو پلایا اور پھر عام لوگوں نے اسے پیا۔ گرو نے انکو ہدایت کی کہ ہر چلتے پھرتے وقت وہ اس منتر کا ورد کریں "واہے گرو جی کا خالصہ...... واہے گرو جی کی فتح" یہ رسم جب ادا ہوگئی تو انھوں نے ان سب ناموں کے ساتھ "سنگھ" جوڑ دیا۔ اس کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں سے انھیں الگ کرنے اور ان کے ملی تشخص کو معین کرنے کے لیے ہر سکھ کے لیے پانچ "کاف" لازمی قرار دیا، کیش (بال) کنگھی، کچھا

(جانگھیا) کڑا (داہنے ہاتھ میں پہننے کے لیے) اور کرپان (تلوار)

آپ کی مغل حکومت کے خلاف باغیانہ کارروائیوں کے بنا پر حاکم سرہند نے ان کے خلاف اورنگ زیب کے کہنے پر فوجی اقدامات کرنے شروع کردیے جس سے آپ کی فوجی قوت پارہ پارہ ہوگئی آپ کے خاندان کے تمام افراد اس میں کام آئے، مالدہ کے دو مسلمان شاگردوں کی مدد سے ایک فقیر کی بھیس میں وہاں سے دکن بھاگے اورنگ زیب کے انتقال کے بعد معظم شاہ سے آپ کے تعلقات استوار ہوگئے، ان کے ساتھ جنوب کے ایک سفر میں ایک خاندانی انتقام کے سلسلے میں وہ دو افغانوں کے ہاتھوں زخمی ہوگئے اور پھر جانبر نہ ہوسکے اپنے انتقال سے پہلے انھوں نے یہ طے کردیا تھا کہ اب آئندہ کوئی آدمی سکھوں کا گرو نہیں ہوگا بلکہ ان کی مذہبی کتاب گرو گرنتھ صاحب ہی ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ گرو کا کام کرے گی۔

گرو کا انتقال ۷/اکتوبر ۱۷۰۸ء کو ہوا، گرو اگرچہ مغل حکومت سے اپنے والد کے قتل کا انتقام نہ لے سکے، لیکن "خالصہ" کی تشکیل کے ذریعہ وہ جس سکھ قومیت کو سانچے میں ڈھال دیے تھے اور اپنی جدوجہد کے ذریعہ اس میں جس ملی جذبہ کو پیدا کرگئے تھے اس نے مغل حکومت کے دور زوال میں اپنا خوب رنگ دکھایا اور بالآخر مہاراجا رنجیت سنگھ (۱۷۹۳-۱۸۳۹) کی وسیع حکومت کی صورت میں اپنی معراج کو پہونچا۔

☆☆☆

☆☆☆

مذاہب عالم

موسوی شریعت کے عائلی قوانین

ابوطوبی فلاحی

شادی کا حکم شادی ہر اسرائیلی مرد و عورت پر فرض ہے، نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مرد کا تیرہ سال کا ہونا اور عورت کا ۱۲ سال کا ہونا ضروری ہے بیس سال میں اگر کوئی مجرد رہ گیا تو وہ لعنت کا مستحق ہے، عقد نکاح کی صحت کے لئے دین و مسلک کا اتحاد بھی ضروری ہے، لاولد بیوہ عورت اپنے شوہر کے حقیقی بھائی یا علاتی بھائی کی شرعاً بیوی مانی جائے گی اور کسی دوسرے شخص کے لیے اس سے عقد درست نہ ہوگا الا آنکہ وہ شخص اس سے برأت کا اظہار کرے۔

صحت نکاح کی شرطیں نکاح کی صحت کے لئے درج ذیل دو چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے (۱) دو گواہوں کی موجودگی میں شوہر کا اپنی بیوی کو انگوٹھی یا کوئی اور تحفہ دینا نیز عبرانی زبان میں اس مفہوم کی ادائیگی کہ: "بیوی کی حیثیت سے تم اس انگوٹھی کے ذریعہ مقدس و محترم ہوگی"

(۲) دینی مذہبی رہنماؤں کی موجودگی میں وثیقہ نکاح کی کتابت اور نماز و دعا کا اہتمام۔

شادی شدہ عورت کے تصرفات مجنوں اور نابالغ کے تصرفات کے مانند ہوں گے اس کا خرید و فروخت کرنا درست نہ ہوگا الا آنکہ شوہر اس کی اجازت دے، عورت کسی چیز کی مالک نہ ہوگی صرف اسے مہر کا حق ہوگا جس کا مطالبہ وہ شوہر کے مرنے کے بعد یا طلاق کے وقت کرسکتی ہے۔

تعدد ازدواج موسوی شریعت میں ایک سے زائد شادی کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ شوہر نان و نفقہ کی ادائیگی اور بیویوں کے درمیان عدل و انصاف پر قادر ہو، فرقہ فریسیین کے نزدیک زیادہ سے زیادہ چار شادی کی جاسکتی ہے جب کہ فرقہ قرائین کے نزدیک اس کی کوئی معین حد نہیں ہے۔

طلاق شریعت موسویہ میں مرد کو بے پناہ اختیارات حاصل ہیں وہ متعدد اسباب و وجوہ کی بناء پر اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے البتہ طلاق شرعی عدالت میں دو گواہوں کی موجودگی میں تحریری شکل میں ہی دی جاسکتی ہے، علماء و احبار طلاق دینے سے پہلے اس شخص کو بلا سبب طلاق نہ دینے کی تلقین کرتے ہیں۔

حالت حیض میں بیوی سے مکمل اجتناب | اسلام اور ہندو دھرم کی طرح

یہودیت میں بھی حالت حیض میں بیوی کے قریب جانا ممنوع ہے البتہ یہودیت اس باب میں بے جا قیود عائد کرتی ہے وہ حیض کو ایک طرح کا گناہ تصور کرتی ہے جس کے لئے ربی (مذہبی عالم) کے سامنے اعتراف گناہ کی رسم کی ادائیگی ضروری ہے، توریت کی کتاب احبار میں ہے: ''اور جب وہ (یعنی حائضہ عورت) اپنے جریان سے شفا پا جائے تو سات دن گنے تب اس کے بعد وہ پاک ٹھہرے گی اور آٹھویں دن وہ دو قمریاں یا کبوتر کے دو بچے لے کر ان کو خیمۂ اجتماع کے دروازہ پر کاہن کے پاس لائے اور کاہن ایک کو خطا کی قربانی کے لئے اور دوسرے کو سوختنی قربانی کے لئے گذرانے یوں کاہن اس کے ناپاک خون کے جریان کے سبب خداوند کے حضور اس کی طرف سے کفارہ دے (باب ۱۵/۲۸-۳۰)

نیز حالت حیض میں بیوی کے قریب جانا کھانا پینا سب ممنوع ہے۔ موسوی شریعت میں ہے کہ یہود حائضہ عورتوں کے ساتھ نہ تو ایک گھر میں رہتے تھے اور نہ ہی ان کے قریب جاتے تھے اور نہ ہی ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ (سبل السلام ۲۱۴/۱) کیونکہ توریت کے مطابق ''اگر کسی عورت کو ایسا جریان ہو کہ اسے حیض کا خون آئے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گی اور جو کوئی اسے چھوئے وہ شام تک ناپاک رہے گا اور جس چیز پر وہ اپنی ناپاکی کی حالت میں سوئے وہ چیز ناپاک ہوگی اور جس چیز پر بیٹھے وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے اور شام تک ناپاک رہے'' (کتاب احبار باب ۱۵/۲۰-۲۳)

میراث کے قوانین | ترکہ کا سب سے زیادہ حقدار پہلا لڑکا ہے اگر کئی لڑکے ہوں تو بڑے لڑکے کو اپنے بھائیوں کا دوگنا حصہ ملے گا لڑکے خواہ عقد صحیح کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہوں یا غیر صحیح ان کے درمیان حصوں میں کوئی تفریق نہیں کی جائے گی، رہی لڑکیاں تو جو ان میں سے ۱۲ سال کی نہ ہوئی ہوں انہیں نان ونفقہ اور تعلیم وتربیت کا حق حاصل ہوگا اور اگر میت کے لڑکا نہ ہو تو ترکہ پوتے کو ملے گا اور اگر پوتا بھی نہ ہو تو میراث بیٹی اور پھر اس کی اولاد تک منتقل ہو جائے گی، توریت کے بیان کے مطابق لڑکوں کے نہ ہونے کی صورت میں بیٹیوں کو میراث ملے گی کتاب گنتی میں ہے: ''اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کی میراث اس کی بیٹی کو دینا (باب ۲۷/۹)

شریعت اسلامیہ کی طرح فرقہ قرائین کے نزدیک بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں کو بھی حصہ ملے گا اور جائیداد وترکہ کی تقسیم ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے قاعدہ کے مطابق ملے گی، اگر میت کی ذریت نہ ہو تو اس کا ترکہ اس کے اصول (باپ، دادا اور چچا) کو اور اصول بھی نہ ہوں تو حواشی (چچا کے لڑکے وغیرہ) کو ملے گا اور عورت اپنے شوہر کے ترکہ کی حقدار نہ ہوگی شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو صرف مہر ملے گی اگر اس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ باقی ہوگی اور عورت کی بقیہ پوری جائیداد اس کے شوہر اور پھر وہیں سے اس کے ورثہ کی ہو جائے گی، اور اگر عورت اپنی مہر کا مطالبہ نہ کرے تو وہ اپنے ورثہ کے ساتھ زندگی گزارے گی اور ترکہ سے اسے کھانے کا حق حاصل ہوگا اگر شوہر کے پاس کئی بیویاں ہوں تو نان ونفقہ کے استحقاق میں سب برابر ہوں گی کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ ہوگی۔

☆☆☆☆

☆☆☆☆

مذاہب عالم

بدھ دھرم کی مقدس کتابوں میں

بشارات محمدیہ ﷺ

ابو طوبیٰ فلاحی

توریت، انجیل اور ویدوں کی طرح ترپٹکا میں بھی ظہور قدسی کی بشارتیں جابجا موجود ہیں، متواتر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ گوتم بدھ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے مشہور شاگرد ''آنند'' کے اس سوال پر کہ ''آپ کے بعد ہم کو کون تعلیم دے گا'' یوں فرمایا: اے ''آنند'' غم نہ کرو، میں نہ تو پہلا بدھ ہوں اور نہ ہی آخری وقت آنے پر اس دنیا میں ایک مقدس، انتہائی روشن ضمیر صاحب حکمت و دانائی، سعید، واقف کائنات، آقائے خلق وذی روح بدھ ظاہر ہوگا وہ ان پر سرمدی حقیقتوں کا انکشاف کرے گا جس کی تعلیم میں نے تم کو دی ہے وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا جس کا آغاز عروج اور ہدف تاباں و درخشاں ہوگا وہ ایک خالص اور انتہائی مکمل مذہبی زندگی کی منادی کرے گا جس کی میں منادی کرتا ہوں''

ایک دوسری روایت میں ہے میرے بعد وہ بدھ آئے گا جس کا دل حسد و نفرت سے خالی ہوگا اور جو عقل سلیم کا مالک ہوگا وہ لوگوں کو بھلائی کی جانب لے جائے گا اور ان کے لئے راستہ کو منور کرے گا اور اس کی تعلیم ابد تک باقی رہے گی۔

آنند نے عرض کیا ''ہم اسے کس طرح پہچان پائیں گے؟ ہستی محترم نے فرمایا: ''وہ میتریہ کے نام سے جانا جائے گا'' (بدھ کے ارشادات از کیروس)

''میتریہ'' سنسکرت لفظ ہے جس کے درج ذیل معانی آتے ہیں (۱) معلم محبت (میکس ملر)

(۲) آقائے محبت (بدھ کی حیات و تعلیمات از اے۔ دھرم پال)

(۳) رحم دلی (ارشادات بدھ از کیروس)

(۴) دوست کی خوبی، دوستانہ، کریم، رحیم، ہمدردی، فعال، پُر حکمت (پالی لغت از ولیم اسٹر یڈی)

یہ صفات آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور مذہبی رہنما پر ''پورے طور پر صادق نہیں آتی ہیں۔

قرآن کریم میں آپ کی رحمت کو پوری نوع انسان کے لئے عام قرار دیا گیا ہے ارشاد باری ہے۔ ''وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین'' اور ہم نے آپ کو پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ اپنی امت کے حق میں کس قدر رحم دل اور شفیق و رحیم تھے اس کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ جب بہ حالت نماز کسی بچے کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال سکے، بارہا ایسا ہوا کہ ساری ساری رات امت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی چھوٹے بچوں کو پیار کرتے ان کو خود سلام کیا کرتے ان کے سر پر دست شفقت رکھتے، گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے، غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے۔

اپنے مخالفین کے ساتھ آپ کی رحم دلی بے نظیر تھی فتح مکہ کے موقعہ پر جب آپ کی قوم حرم شریف میں آپ کے فیصلے کی منتظر تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا تثریب علیکم الیوم اذہبوا انتم الطلقاء'' آج تم پر کوئی زیادتی نہ ہوگی جاؤ تم سب آزاد ہو، حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ کے قتل کا فیصلہ کیا تھا، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ کے اوپر بحالت سجدہ اونٹ کی اوجھڑیاں ڈلوائیں تھیں وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر تھوکنے کی کوشش کی تھی۔

بدھ کی صفات گوتم بدھ نے آنے والے بدھ کی درج ذیل صفات بیان کی ہیں۔

(۱) بدھ کے ساتھ جاں نثار ساتھیوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے:

گوتم بدھ نے فرمایا: ''زمانہ دراز سے جس رشی کو بدھ کا لقب ملا اس ہستی مبارک کے گرد اس کے جاں نثاروں کا ایک حلقہ موجود رہا جس طرح آنند میرے ساتھ ہے'' (ارشادات بدھ از کیروس) آنند کی پر خلوص عقیدت نے اسے دوسرے پیروؤں سے ممتاز کر دیا تھا ایک بار جب ایک پاگل ہاتھی بدھ کی جانب بڑھا تو سارے بھکشو بدھ کو چھوڑ گئے لیکن آنند ان کے پہلو میں ڈٹا رہا۔

آپ ﷺ کے گرد آپ کے جاں نثاروں کا ایک ایسا حلقہ تھا جس کی نظیر ملنی دشوار ہے غزوہ احد کے موقعہ پر جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور دشمنوں نے ہر چہار جانب سے آپ ﷺ پر

یلغار کردی تو بھی اس نازک حالت میں صحابہ کا ایک حلقہ موجود رہا، یکے بعد دیگرے انصار آپ ﷺ کی حفاظت میں شہید ہوتے رہے، ابو طلحہؓ نے اپنے پورے جسم کو آپ کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا، آپ کی جانب آنے والی تیروں کو وہ اپنے ہتھیلیوں سے روکتے یہاں تک کہ آپ کے جسم پر ستر سے زائد زخم آئے اور دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

(۲) بدھ کو عرفان رات میں نصیب ہوتا ہے۔

بدھ نے فرمایا: ''دو موقع ایسے ہوتے ہیں جب کسی تتھاگت (Taihagata) کا ظہور واضح اور انتہائی درخشاں ہوتا ہے اس رات میں جب تتھاگت کو عرفان نصیب ہوتا ہے اور اس رات میں جب وہ دنیوی اسباب کو چھوڑ کر اس عالم آب و گل سے رخصت ہوتا ہے''

آپ ﷺ کو معرفت الٰہی رات کو نصیب ہوئی تھی، ارشاد باری ہے: ''انا انزلنه فی لیلة القدر'' یقیناً ہم نے اس قرآن کو رات میں نازل فرمایا، سورۃ الدخان میں ہے: انا انزلناه فی لیلة مبارکة' یقیناً ہم نے اس قرآن کو ایک انتہائی بابرکت رات میں نازل فرمایا۔

(۳) میتریہ کا حسن وجمال

''کسی شخص کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ میتریہ کے حسن وجمال کا بیان کر سکے

(بدھ ازم از ایم وہیم)

آپ ﷺ انتہائی حسین وجمیل اور جاذب نظر شخصیت کے حامل تھے۔ صحیح البخاری میں ہے:

براء بن عازبؓ سے پوچھا گیا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ تلوار کی مانند تھا تو انھوں نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی طرح درخشاں تھا۔ (۲/۲ ۴۷)

ربیع بنت معوذ نے فرمایا: اے ابا عبیدہ اگر تم محمد عربی ﷺ کو دیکھتے تو تمھیں ایسا لگتا کہ گویا سورج نکلا ہوا ہے

(شمائل الرسول: ۱۸)

(۴) نفیس آواز اسنگا نے جواب دیا ''میتریہ کی نفیس آواز نرم، پاک وصاف اور لطیف تھی''

(کی یوکی جلد اول)

محمد عربی ﷺ کی آواز نرم، اسلوب شیریں اور انداز بیان انتہائی عمدہ تھا، آپ ﷺ کبھی کسی سے سختی سے گفتگو نہ کرتے شمائل ترمذی میں ہے: ''کلامه فصل لا فضول، ولا تقصیر، لیس بالجافی ولا المهین'' (شمائل: ص ۱۶) آپ ﷺ کی گفتگو دوٹوک ہوتی، بے معنی اور تحقیر آمیز نہیں آواز نرم ولطیف ہوتی، سخت اور توہین آمیز نہیں''

(۵) بدھ انسان ہی ہو سکتا ہے، بدھ مذہب کی کتب مقدسہ نے بدھ کو بشر کہا ہے صرف بشر ہی بدھ ہو سکتا ہے کوئی دیوتا بدھ نہیں ہو سکتا'' وارن'' قرآن بھی اس بات کا داعی ہے تمام نبی ورسول بشر تھے قرآن مجید نے مشرکین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ ''ابشر یهدوننا'' کیا انسان ہماری رہنمائی کریں گے''۔

آپ ﷺ کے تعلق سے یہ صراحت موجود ہے کہ آپ بشر تھے ''قل انما انا بشر مثلکم'' کہہ دیجئے میں تمہارے ہی مانند ایک انسان ہوں۔

(۶) بدھ خود کفیل ہے استاد، گینڈے کی اکیلی سینگ کی مانند دل کش ہوتے ہیں (رسالہ اسرار ورموز از وڈورڈ)

توریت وقرآن میں آپ ﷺ کی یہ ایک اہم صفت بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ ناخواندہ تھے، سورۃ العنکبوت میں ہے: ''وما کنت تتلو من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون'' (۴۸) اے رسول قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا تب تو یہ باطل والے شک بھی کرسکتے۔

۷۔ **نجات کا اصول:**

بدھ مذہب کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص اپنا نجات دہندہ ہے اور اسے اپنی نجات کے لئے خود ہی عمل کرنا ہے (دھماپد)

اسلام بھی نجات کا یہی تصور پیش کرتا ہے قرآن مجید میں ہے ''قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے بنایا پھر اس کو بجھوری ڈھٹائی کی اور پرہیزگاری کی مراد کو پہنچا وہ جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا دیا۔

گوتم بدھ نے آنے والے بدھ کی جانچ وتحقیق کے لئے جن صفات کا تذکرہ کیا ہے آپ ﷺ میں وہ جملہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے آنے والے بدھ سے مراد آپ ﷺ ہی ہیں۔

فقہ وفتاویٰ

ابوارقم فلاحی

سوال: کیا وضو، غسل اور کھانے کے بعد رومال اور تولیہ کا استعمال جائز ہے؟

الجواب: وضوء کے بعد تولیہ اور رومال کا استعمال جائز ودرست ہے۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرمایا: "رأیت رسول الله ﷺ اذا توضا مسح وجهه بطرف ثوبه"۔ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضوء سے فراغت کے بعد اپنے کپڑے کے ایک کنارے سے چہرے کو پوچھتے ہوئے دیکھا"۔ یہ حدیث اصلاً اگر چہ ضعیف ہے لیکن حاکم کی اس روایت سے اس ضعیف حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ: "نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے آپ ﷺ وضوء کے بعد اعضاء وضوء کو پوچھتے تھے"۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۹۵)

رہا غسل کے بعد تولیہ کا استعمال تو حسن بن علی، حضرت انسؓ اور حضرت عثمانؓ اور امام ثوریؒ کے نزدیک تولیہ کا استعمال درست ہے۔ مسند احمد میں ہے: عن قیس بن سعدؓ قال: "زارنا رسول الله ﷺ فی منزلنا فأمرله سعد بغسل فوضع له فاغتسل ثم ناوله ملحفة مصبوغة بزعفران او ورس فاشتمل بها"۔ "قیس بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے گھر زیارت کے لئے تشریف لائے تو ہمارے والد محترم سعدؓ نے غسل کے پانی کو لانے کا حکم دیا، پانی کا نظم کیا گیا تو آپ ﷺ نے غسل کیا اور پھر ہمارے والد نے آپ ﷺ کو خوشبوؤں میں ملا ہوا ایک تولیہ دیا جسے آپ ﷺ نے پورے جسم پر لپیٹ لیا"۔

کھانے کے بعد ہاتھوں کو رومال سے پوچھنا جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے: "عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اذا اکل احدکم فلا یمسح یده بالمندیل حتی یلعقها"۔ "جب تم میں سے کوئی کھانے سے فارغ ہو جائے تو رومال سے اپنا ہاتھ اس وقت تک نہ پوچھے جب تک کہ وہ ان ہاتھوں کو چاٹ نہ لے"۔

☆☆☆

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: ۱۔ اسلامیات تالیف: مولانا عبدالبر اثری

۲۔ رسول کریم ﷺ کی تعلیمی تحریک تقریر: ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی

تبصرہ نگار: ابوسلمان فتح پوری

"کوکن ایجوکیشن اینڈ ویلفیر ٹرسٹ" نے اپنے زیر اہتمام اسکولوں میں دینیات کی تعلیم کے لئے ایک اچھی اور قابل تقلید کوشش کی ہے، جسے فروغ دینے کے لئے مختلف اداروں سے وابستہ ذی استعداد اساتذہ کی ایک ٹیم وہاں موجود ہے، جس کے سربراہ مولانا عبدالبر اثری سابق مدیر "حیات نو" بلریا گنج، اعظم گڑھ ہیں، موصوف کے پیش نظر اسکولوں میں دینیات کے ایک نصاب کا مکمل خاکہ ہے، "اسلامیات" اسی سلسلے کی پہلی کڑی ہے، جس میں عقائد وایمانیات، حقوق، محاسن اخلاق، رذائل، تاریخ اسلام، حفظ کرنے کے لئے قرآن کریم کی بعض سورتیں اور احادیث مع ترجمہ شامل ہیں۔

خوبصورت ٹائٹل، بہترین کاغذ، جاذب نظر کتابت اور اس کے ساتھ قیمت بہت ہی مناسب، بصرف اٹھارہ روپیہ، اسلامیات اور بچوں کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی یہ کتاب امید ہے کہ قبولیت اور دوام حاصل کرے گی۔

دوسری کتاب اسی ادارے سے متعلق اساتذہ کے جلسے میں کی گئی چار تقریروں پر مشتمل ہے، صاحب خطبہ ایک اچھے مصنف کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ وہ "صاحب کتاب" کے ساتھ "صاحب خطاب" بھی ہیں، ان کی تقریر بھی تحریر کا رنگ لئے ہوئے ہے، پوری کتاب پڑھ جائیے کہیں کسی گوشے سے بھی احساس نہیں ہوگا کہ یہ کسی جلسے میں کی گئی تقریر ہے، بلکہ محسوس ہوگا کہ بہت ہی دلکش مقالہ ہے، جس میں جابجا علمی موتیاں بکھری ہوئی ہیں، اور ان موتیوں کے درمیان کچھ خزف ریزے بھی ہوں تو اس سے موتیوں کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے، شاید اسی کے پیش نظر مقرر کی زبان پر کچھ ضعیف بلکہ موضوع حدیثیں آگئی ہیں، ورنہ تو ڈاکٹر صاحب خود ہی ضعیف وموضوع احادیث کے متعلق کتاب لکھ چکے ہیں، اور اس کی حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔

مذکورہ دونوں کتابیں درج ذیل پتہ پر دستیاب ہیں۔

کوکن ایجوکیشن اینڈ ویلفیر ٹرسٹ بی/۱۸۔۳۰۲

الرضوان ملت نگر، اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۴۰۰۰۵۳

جامعہ کے لیل ونہار

(ادارہ)

جامعۃ الفلاح میں ٹیچرس ٹریننگ کیمپ کا انعقاد

اتر پردیش فلاح عام سوسائٹی لکھنؤ کے زیر اہتمام جامعہ میں یک ماہی ٹیچرس ٹریننگ کیمپ ماہ جون ۲۰۰۲ء میں منعقد ہوا، جس میں ایک سو سے زائد معلمین ومعلمات نے شرکت کی۔ اس کیمپ میں نگرانی کے مکمل فرائض ماسٹر اظہر بیگ صاحب فتح پور نے انجام دیے، اور پورے ماہ قیام وطعام کا بندوبست مولانا جمیل احمد صاحب نے تدریس کے فرائض درج ذیل اساتذہ نے انجام دیا، (۱) ماسٹر اظہر بیگ صاحب فتح پور، (۲) نصرت علی صاحب لکھنؤ، (۳) صادق عثمانی صاحب ہلتھر اروڑ، (۴) محمد محمود صدیقی صاحب (۵) الیاس احمد صاحب (۷) عشرت فاطمہ صاحبہ اورنگ آباد (۸) ماسٹر عبدالغفور صاحب (۹) ماسٹر ضیاء الدین صاحب، جلگاؤں مہاراشٹر، (۱۰) محترمہ سدافعہ شمسی صاحبہ رام پور۔

اس کیمپ کا اختتامی اجلاس تیس جون کو منعقد ہوا، عزیزم حبیب احمد کاظمی کی تلاوت قرآن کے بعد سوسائٹی کے چیئرمین اور امیر حلقہ اتر پردیش جناب نصرت علی صاحب نے سوسائٹی کے اغراض ومقاصد اور کارکردگی پر روشنی ڈالی، نائب امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنے صدارتی خطبہ میں اسلامی طریقہ تعلیم کے خدوخال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی تعلیمات پر عمل آوری آج کی اہم ضرورت ہے۔

ادب اور ادب اسلامی کے عنوان پر توسیعی لیکچر

۱۹ر اگست کو طلبہ کو مختلف علوم وفنون سے روشناس کرانے کے لیے توسیعی لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ "ادب اور ادب اسلامی" کے موضوع پر ڈاکٹر تابش مہدی نے اپنا لیکچر پیش کیا جس میں انھوں نے کہا کہ شعروادب میں اسلامی اقدار واخلاقیات کی ترجمانی ہر عہد میں ہوتی رہی ہے اور اس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شعراء نے حصہ لیا ہے ایسی صورت میں اس نظریے کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلام کے ماننے والے کے ذریعہ تخلیق کیا گیا ادب ہی اسلامی ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ تعمیری ادب کا دائرہ کافی وسیع ہے۔

ڈاکٹر تابش مہدی نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ جو ادب جس نظریے کا علم بردار ہوتا ہے اس کو پرکھنے کے لیے اصول بھی اسی نظریے سے اخذ کیے جاتے ہیں، تاہم ادب اسلامی کو شریعت کے اصولوں پر پرکھنے کے بجائے صرف اس کی مجموعی اقدار اور اخلاقیات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ اس

طرح شعروادب کی تعمیری قدروں کو روشن کرنے والوں کی فہرست طویل ہے انہیں مختلف خانوں میں رکھ کر محدود کرنا ناانصافی ہوگی۔

دہشت گردی اور اسلام پر توسیعی خطبہ

۲۰ر اگست ۲۰۰۲ء کو ابواللیث ہال میں دہشت گردی اور اسلام کے موضوع پر ڈاکٹر سید عبدالباری شبنم سبحانی صاحب نے توسیعی خطبہ دیا، آپ نے اپنے خطاب میں دہشت گردی کے اسباب وعلل اور اس کی تاریخ ومظاہر پر اتنے حسن اور دلنشین انداز میں روشنی ڈالی کہ سامعین کی آنکھیں کھل اٹھیں اور موجودہ مسائل پر تحقیق وتصنیف کا کتنے دلوں میں زبردست داعیہ پیدا ہوگیا۔

عزیزم عمیر منظر فلاحی اعظمی نے اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے ارتقاء، مختصر تاریخ، اہداف ومقاصد اور اردو ادب پر پڑنے والے اس تحریک کے اثرات کا انتہائی دلنشیں اور موثر انداز میں جائزہ لیا جس سے طلبہ کو غوروفکر کرنے کی ایک نئی جہت ملی۔

شعری نشست

۲۰ر اگست کی شب کو جامعہ میں ایک شعری نشست کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت ادارہ ادب اسلامی ہند کے صدر ڈاکٹر سید عبدالباری نے کی، اس موقع پر جن شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو نوازا ان میں احسان الحق عارف آگہی، قمر رسول پوری، افتخار الحسن محشر، منور شفیق، ڈاکٹر تابش مہدی اور صدر مشاعرہ شبنم سبحانی کے نام قابل ذکر ہیں، قارئین کے لئے منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

زمانہ مجھ سے خفا ہے تو کوئی بات نہیں
میں بے ضمیروں کو عالی جناب کیسے لکھوں

احسان الحق عارف آگہی

ظلمتوں میں بھی جو منزل کا پتہ دیتے ہیں
لوگ ان چاند ستاروں کو بھلا دیتے ہیں

قمر رسول پوری

سید ضمیر احمد کاظمی قادری کا خطاب عام

SIO کے جنرل سکریٹری جناب سید ضمیر احمد قادری صاحب نے ابواللیث ہال میں ۱۶ر اگست ۲۰۰۲ء کو موجودہ عالمی صورت حال اور طلبا کی ذمہ داریوں پر تفصیلی روشنی ڈالی آپ نے طلبا کو موجودہ عالمی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے معلومات کی فراہمی اور پھر انھیں اپ ٹو ڈیٹ کرنے، وقت کی منصوبہ بندی، بلند اخلاق وکردار کا حامل بننے اور احسان کے مقام تک پہونچنے کی تلقین کی کہ ان کے بغیر عصری چیلنجز کا مقابلہ ممکن نہیں۔

سالانہ امتحان | دفتر اہتمام سے موصول شدہ خبر کے مطابق سالانہ امتحان، نتائج اور نئے داخلے کا تفصیلی پروگرام درج ذیل ہوگا۔

اختتام تدریس	:	۳۰ر ستمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۲۲ر رجب بروز دوشنبہ
آغاز امتحان تحریری	:	۳ر اکتوبر مطابق ۲۵ر رجب بروز پنجشنبہ
اختتام امتحان اور طلبہ و طالبات کی چھٹی	:	۲۳ر اکتوبر مطابق ۱۶ر شعبان بروز چہارشنبہ
تیاری نتائج	:	۲۴ر اکتوبر تا ۳۰ر اکتوبر
اعلان نتائج	:	۳۱ر اکتوبر مطابق ۲۴ر شعبان بروز پنجشنبہ

اعلان برائے داخلہ

تجدید داخلہ اور ضمنی امتحان

جامعہ میں تعطیل کلاں کا آغاز ۲۶ر شعبان ۱۴۲۳ھ مطابق ۲ر نومبر سنیچر سے ہو رہا ہے۔ سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان ۳۱ر اکتوبر کو ہو جائے گا نتائج جامعہ کی ویب سائٹ پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ تعطیل کے بعد نئے تعلیمی سال کا آغاز ان شاء اللہ ۸ر شوال ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۲ء سنیچر سے ہوگا۔ داخلہ کی درخواستیں رمضان میں جامعہ بھیج دی جائیں۔ عربی اول میں داخلہ کے لیے کم از کم ۱۲ سال عمر ہونی چاہیے۔ داخلہ ٹیسٹ کی تاریخیں حسب ذیل ہیں۔

پہلا داخلہ ٹیسٹ	۱۵ر دسمبر بروز اتوار بوقت دس بجے دن
دوسرا داخلہ ٹیسٹ	۱۸ر دسمبر بروز بدھ

ضمنی امتحان کا آغاز ۱۶ر دسمبر سے ہو جائے گا۔ ضمنی امتحان کے بارے میں معلومات ویب سائٹ کے علاوہ ٹیلی فون پر بھی دستیاب ہوں گی، اس کے لیے 25149 25115 اور 25140 پر رجوع کیا جائے۔

پرانے طلبہ ۱۹ر دسمبر تک تجدید داخلہ کی کارروائی مکمل کرا لیں۔ ان شاء اللہ ۲۱ر دسمبر سنیچر سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہو جائے گا۔ (مہتمم تعلیم و تربیت)

web: www.jamiatulfalah.cjb.net

Tel:- 05466-25149, 25140, 25115